

ہس کی نئی ناکسی بیوی نے بالآخر لٹکا کر کہا: اللہ تعالیٰ
ی خواہش بھی پوری نہیں کرے گا۔
”خیا، مطلب...“ قائم پونک کپڑا۔ چند میسے تھے مسٹر تارہ۔
پھر کسی اپنے کے آثار جیسے پر ظاہر ہوتے۔ غالباً اب اسے اس اس
ہوا کہ دیپیل چیختے وقت کیا گا راتا۔
”یہ تمہیں صورتی کی کس نے سمجھائی ہے؟“ بیوی آنکھیں نکال کر بولی
”تو میں سے مطلب... بجا ک جاؤ؟“ قائم باختہ ملا کر بولا۔
”نہیں جلوں میں ملے گے گھر کو بھی خانہ بنانے کر رکھ دیا ہے۔“
”خانہ...“ قائم آنکھیں نکال کر دیا۔

بغیر ملی گستاخ اس بُری طرح ذہن سے
چپک کر رہ جاتے ہیں کہ زبانِ بھی تھک جانے تو ان کے بول ذہن ہی
میں گوئیجتہ رہتے ہیں۔ اکثر اچھے خاصے باریں حضرت کو دنی زبان سے
”یہ ان کی بن جا فل گی یا گل تھے سنایا ہے۔“
پھر قسم تو تھا یہ، واقع بڑی دیرے کا رہا۔ اللہ کرے یہیں
بھی دھن بن جاؤں۔“
سامنے ہی غیر شوری طور پر لکھا گی جو راتا۔ ظاہر ہے اس پہاڑ
بیچے دل دوں کی بچک بھی بھی بھی بھوٹی؟

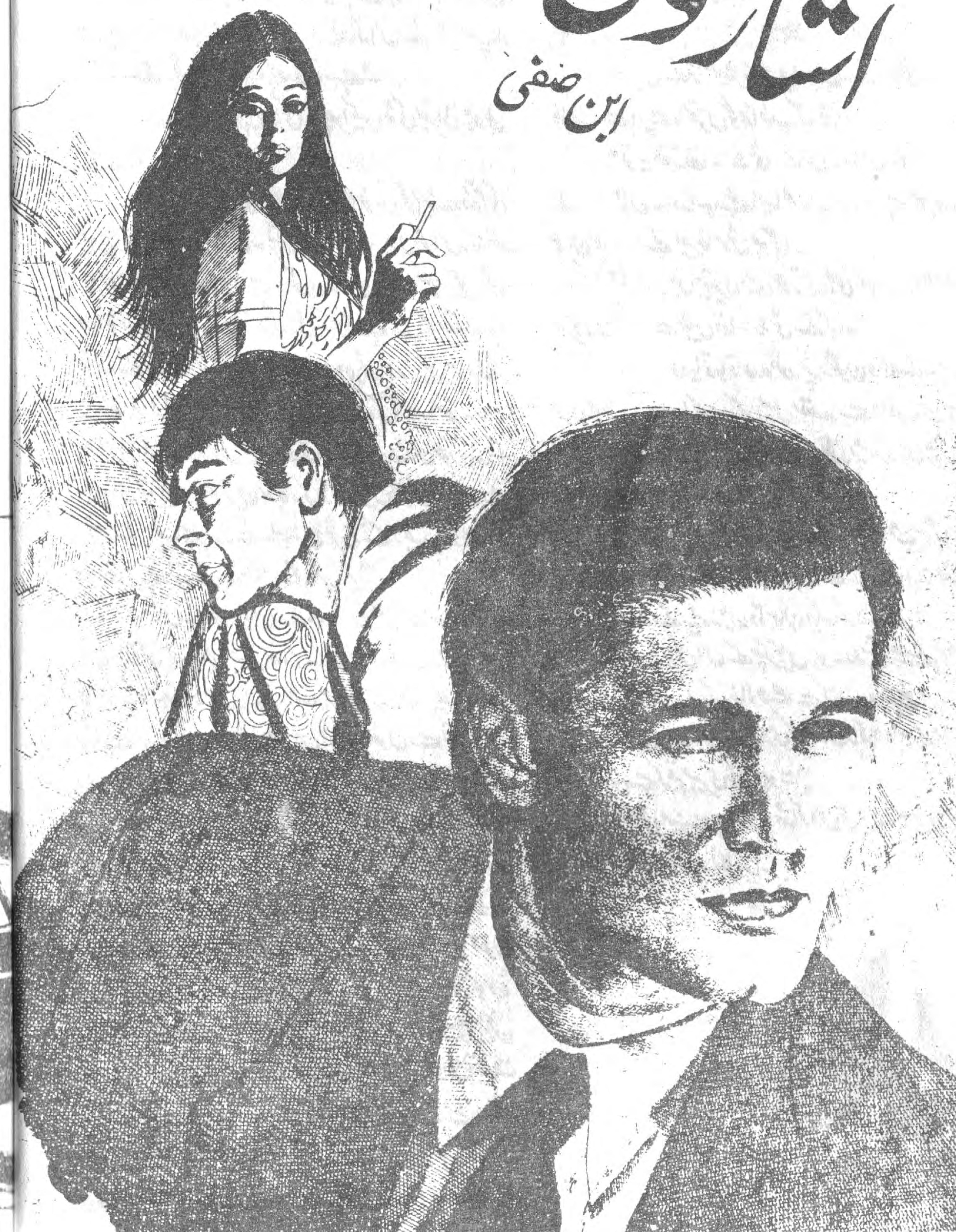


آپ کے محبوب اور ہمہ دنیا میں مصنعت
ابنِ صفت کی مقبول عَام تھے۔ پیر
جو کہ بھی مسٹر نہیں سکتی۔ ابنِ صفت
کی حبّاسوسی دنیا کا ایک مکمل ناول



رشاد ویں کی سکاں

ابنِ ضفی



”اے زبان سنجھال کے...“
”نہیں سنجھالوں گا“
”ا پسے چھاکی شان میں گستاخی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی“
”میں... میں... نہیں آتی...“
”اور اگر میں کہوں تمہارے باب کو...“
”تو پھر وہ تمہارے چھپا نہیں رہ جائیں گے۔ جو وہ کہو۔ وہ
اسی قابل میں“
”قیا...؟ غیر شوری طور پر قائم کی بیوی کی زبان سے نکلا اس
میں مسراج کو قطعی دخل نہیں تھا کیونکہ وہ بے حد غصے میں تھی۔
اس نے میں باہر سے کسی نے گھنٹی بھائی اور وہ دونوں ہی چونک
پڑے۔ گھنٹی بھلانے والے نے ایک بار بُن دبلنے پر اگتفا نہیں کیا
تھا بلکہ برابر دبائے جا رہا تھا۔
”یہ تمہارے بھائی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ سالوں کو
گھنٹی بھانے کی بھی تھیز نہیں یا قائم نے بیوی کو محسوس ادھار کر کہا۔
”تم بھواس بند نہیں کرو گے اپنی... منع کر دوں گی کہاب نہ
آیا کے کوئی...“
”بلطفِ منع کر دو“
وہ تین تناولیں کرے سے چل گئی۔ قائم در دانے کی طرف
گھوتا رہا طرح طرح کے نشہ بناتا اور دانت پیتا رہا۔
چھوڑ دیں بعد ایک ملازم نے چاندی کی مشتری میں کسی کا
فریڈنگ کارڈ پیش کیا۔
”ہمیں... وہ کارڈ پر نظر جائے ہوئے متحیر رہے ہیں میں بڑھ لیا۔
”میں روزا سنبھال کر پھر سینٹر ی“
”لے بے... میں روزا سنبھا... یعنی کہ میں...“ قائم نے حکم نگل کر
سرگوشی کی اور ملازم سُکرانے لگا۔
”حق... قیسی ہے؟ اس نے پڑا شیق یہے میں بوجھا اور پچھے
ہونٹ پر زبان چھپنے لگا۔
”بھوان ہے؟“ ملازم نے دوسری طرف شرپیر کر ہنسی روکنے
کو شش کرتے ہوئے کہا۔
”ابے تو ہنسنا کیوں ہے؟“ قائم نے آنکھیں نکالیں اور پوچھا۔
”بیوی بیکی ہے...“
”نہیں جھاب... لمبی تڑنگی...“
”ابے تو ایسے بولنا... ہی، ہی!“ وہ اعتماد انداز میں ہنستا
ہوا آمد گیا۔
نوکر آگے تھا اور وہ بیجے۔ یک بیک دام بہلکی میں نگ کے

”میں بھی کوئی گاہقہ نہیں... اچھا! اگر مشکل کے بجائے بن جائی
بناوں تو کیسی رہے گی؟“

”کیا ہات پیدا کی ہے۔ یار واقعی تم پست ذہینِ آدمی ہو جیں کرے
میں تھاری بیوی ہمیں کوئے کنیتی ہو، اسی میں نگارخانہ بناؤں!“

”غاؤں...“ قاسم نے بے دھیانی میں کھانا اور پھر تصاویر کی طرف
 متوجہ ہو گیا۔

دوسرے دن پہلے تو اس کی بیوی کا مخصوص کوئونش سٹ کیا رحلت
بنائیا اور پھر نگارخانہ بن گیا تھا۔

سینکڑوں روپے ہے رنگ، بُر ش، کینوس، اینسل اور فرموں پر
سون کے گئے اور شروپی ہو گئی تجربی مصوری...“

بیوی نے بہت مل ٹھاں پھایا تھا۔ مگر کون سنتا ہے اور پھر
کچھ دنوں کے بعد تھی بیوی کو کافی جلانے لگا تھا۔ ایک دن کوئی تبلوز
کما چیز پہنچ کر کے اسی میں دارصی لگادی اور نیچے سکھ دیا، بیوی کے
باپ کا نام... اس پر تو گویا قہامت آگئی تھی... غصے نے اس کی ایسی
درگت ہنائی تھی، جیسے سینیریا کا دورہ پڑ گیا ہو اور قاسم کو وہی طور پر چھر
چھوڑ کر بجانا پڑا تھا۔

آج بچہ کچھ ایسی ہی افتاب ہے نے والی تھی کیونکہ اس کی بیوی کے
نیور کچھ ایسے تھے جیسے چڑلی نکے موڈیں ہو۔

”کیا تم مجھے نہیں بتاوے کہ تمہیں مصور کس نے بنایا ہے؟“ اس نے کہا۔
”میں کہدیں گیا ہوں، بنائے غاکن؟“

”نہیں...“ بیوی سر ہلاکر بولی۔ کوئی مخصوص ہے، اس پر دہانگاری

”کاری میں...“

”قیا...؟“ قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

”ہوں... وہ اینسل پر تقریب ملنے رہی، جس کپٹی رنگ دائرے
کی سکل میں گلے لنظر آرہے ہے تھے۔“

”مخصوص... یہ تم کیا بکر رہی ہو... اور یہ سلاپر دہانگاری
کیا ہے؟“

”زندگانی...“

”وہی... وہی... ہے کیا... اور تم مخصوص مخصوص کسی ہو۔ شرم
نہیں آتی؟“

”کیوں نہ کرو؟“

”ہائی...“ قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دمگ رہی ہے یا نہیں۔“

”تم اپنے دماغ کی خبر لو!“

”اچھا، اچھا...“ قاسم اسے گھونسا دکھائے بولا۔ اگر تمہے اماں
ماؤں کی تو کچھ دکھو۔“

"نفارخانہ... بیوی پس پڑی انداز منظم کر اڑانے کا ساتھ
بائیں... تھاڑا دیکھ غتو خوب نہیں ہو گیا"
"نفارخانہ نہیں... نگارخانہ..."

"تم سے مطلب...؟" قائم اس طرف آنحضرتیے مارہی تو بیٹھ گا.
لیکن اس کی بیوی بچتھا انداز میں اس نفارخانے کا جاننا
لیتی رہی۔

بہت براکرا تھا، جس میں چاروں طرف تجربیدی آرٹ کے
بے شمار نہونے نظر آرہے تھے۔ ان میں سے کچھ تو خود قائم کی بوکھلا ہنس
کا بیٹھے تھے اور کچھ دوسرے مصوروں کی کوششیں۔

قائم میں مصوری کے جراثم کیپن جید نے دریافت کیے تھے
اور قائم نے چاقی سخونک کر کھاتا کر دو۔ تجربیدی مصوری میں ڈانام پیدا
کرے گا۔

شہر کے ایک ثقافتی سرگرمیوں کے مرکز میں کسی مصور کی تجربیدی
سلاشوں کی نمائش ہو رہی تھی۔ قائم اور جید بھی جا پہنچے تھے۔ قائم نے
جید کو اطلاع دی تھی کہ اُن سے ایک طائفہ آیا ہے جو وہاں قصہ و مروعہ
کی نمائش کرے گا۔ لیکن وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ ملک کی مشہور
آرٹست محترمہ ملکوس آویزاں کی تصویروں کی نمائش ہو رہی ہے۔

جید کو بے حد غصہ آیا اور اُس نے قائم سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ
اُس کی خطابیلی کے سلسلے میں لقینی طور پر کوئی ایسی حرکت کر جیئے گا،
جس کا غیاز و اُس کو بھی بھلکتا پڑے گا۔

پھر وہ اُس ہال میں آئے تھے جبکہ تصویروں کی نمائش ہو رہی
تھی اور قائم حیرت سے مٹھ پھاڑ کر اُن تصاویر کو دیکھنے لگا۔

"اسے... یہ کیاہنلیا ہے، سالاں نے؟" اُس نے جید کے کاتے سے
پڑھا تھا مار کر کہا۔

"آہستہ... بیٹھے اور ناگزیری مددے نے سُن بیا تو تمہاری ہی تجربیدی
کو کہہ رکھ دے گا۔"

میگر کے رکھ دے گا، قائم نے آنکھیں نکالی تھیں۔

"یار ختم کر دی تصویریں دیکھو..."

"یہ تصویریں یہیں؟ کاہے کی تصویریں یہیں، بھلا..."

"یہ دیکھو اُداس حسینہ..."

"قہلک ہے حسینہ...؟"

"وہ سامنے..."

"اسے جاؤ... قائم مٹھ پر ہاتھ رکھ کر ہٹھا تھا: آنے سے جیسیں
ہو زیچے سے ناشتا داں ملٹوم ہوتی ہے۔ نہیں پیارے بھائی سچ بتاؤ
یہی تصویر اُر ہیں؟"

حمد کوئی جواب دیے بغیر گیلری میں جو چور گانے والی رٹکیوں کا
جاڑہ لپیٹا رہا تھا۔

ایک بڑی پینٹنگ کے قریب ایک دبلي پلی ٹک کی خاموش کھنڈی
بھٹکتی تھی۔

"یہ چھاتی بیغم کون ہیں؟" قائم نے اس طرف اشارہ کر کے
پوچھا تھا۔

"شاید یہی مصور ہیں، ان تصاویر کی..."

"اے جاؤ... ابھی تو اُس کی شادی بھی نہیں ہوئی ہو گی؟"

"بھلا شادی اور مصوری کا کیا تعلق...؟"

"ایسی عکسیں میاں کو جلانے کے لیے کی جاتی ہیں۔" قائم مصوری
کے تھوڑے کو حقارت سے دیکھتا ہوا بولا۔

"یار سنو...،" جید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تھا: کیوں
نہ تم ایسی ہی حرکتیں اپنی بیوی کو جلانے کے لیے شروع کر دو۔ نام کا نام
ہو گا اور یہی بھی ہر وقت انگاروں پر لوٹی رہے گی۔

"اے تو واقعی یہ مصوری ہے؟" قائم نے دوبارہ حیرت غلبہ رکھتی
"ہاں۔ بھی..."

"میری سمجھ مریں تو نہیں آتی: قائم نے بے بھی سے کہا تھا۔

"اہ صراحت، میں بھاتا ہوں... دیکھو، اس تصویریں دیکھو... نی کیا ہے؟"

"یہ... یہ... اوہ... مشک ہے شاید... پانی سے بھری بُوئی؟"

"غلط سمجھے... یہ گورت ہے؟"

"اے جاؤ...،" قائم مٹھ پر ہاتھ رکھ کر جو ہڑوں سے ہٹھا تھا
"یقین کرو، میرے دوست... اچھا یہ بتا فہیں کیا ہے؟"

"یہ تو... یہ تو مول ہے؟"

"غلط... یہ صرد ہے؟"

"اچھا بیٹا... ہاتھ پر کہل ہیں اس کے؟"

"بھی تو کمال ہے؟"

"چکدھو تھم..."

اور دیکھو بخود دار یہ تصویر فروخت بگی ہو گئی ہے۔ اس پر
فروخت شدہ کی چیز لگی ہوئی ہے۔ بھرپور ذرا پوچھیں تو کتنے میں
فروخت بلائی ہے؟

جید نے خود مصور سے پوچھا تھا اور قائم یہ سن کر تحریر گیا تھا
کہ مشک اور مول باریک سور دپے میں فروخت ہوئے ہیں۔

"اے اگر یہ وائی مصوری ہے تو بھرپور بھی مصور ہوں...
دیکھا جائے گا؟"

"کیا دیکھا جائے گا؟"

پر ڈال دیا۔ وہ گھری گھری سائیں لے رہا تھا۔
تم نے عقل مندی سے کام لیا، فریدی اپنی استارٹ کرتا ہوا بولا۔
حمد کچھ نبولا... لیکن حرکت میں آپکی تھی۔ وہ پھر اسی جگہ کے
جہاں بجا کئے والے لے اپنی کارچوڑی تھی۔
فریدی نے مارچ کی روشنی میں اس کی گاڑی بھی دیکھ دی،
لیکن کیمرا نہ ملا۔

”اے میں دوسرا خرید دوں گا۔ سمجھا جی چھوڑیے نہ کس کا؟“
حمد نے کہا۔

فریدی کچھ نبولا تھوڑی دیر تک سوچتا رہا۔ چھر حمید سے مخاطب
ہوا، تم یہ گاڑی کو تو والی لے جاؤ میں اسے اپستال لے جاؤ گا؟
حمد نے خاموشی سے نیل کی، اپنی استارٹ کیا اور فریدی
سے مزید کچھ پوچھے بغیر گاڑی آگے بڑھا دی۔
لغری کرکری ہو جکی تھی۔ بڑی موچ میں کہرے سے لطف انداز
ہو رہا تھا کہ حیرے کا چڑھہ چل گیا۔ اور اب نیچے کے طور پر ایک آدمی
اپستال جارہا تھا اور شودا اس کی گاڑی سنپھالے ہوئے کو تو والی کی جگہ
روں دوال رہا۔

یہ زندگی ہے... وہ مونج رہا تھا کہیں ہیں؟ تغیری میں
بھی دلیلی سر پوار ہو جاتی ہے۔

کنی بارا اسیا ہوا کہ شہر ہی جھوڑ جا کا، طول رخصت پر۔ لیکن کیا
وہاں کام سے بچا چھوٹا تھا؛ بعض اوقات تو وہ سوچنے لگتا کہ کوئی
بدسرع اُن کے لیے لاشیں مہیا کرنے کا تجھکے نہیں ہے۔
کار تینی نقداری سے راستے کرنی دی، اور وہ بورہ بورہ تارہ...
ایک بار بھی مژر کرنا ہیں دیکھا کفریدی بھی آ رہا ہے یا نہیں...
دفعتا سانے کچھ دوپر ایک آدمی نظر آیا، جو مذکور کے بھی اپنے

دونوں ہاتھ پہلا لکڑ کرنے کا اشارہ کر رہا تھا۔
حمد نے بیک لھائے... اور گاڑی وریورس گیئر میں ڈال دیا۔
گاڑی پچھے بھاگنی چلی گئی، سڑک سُسپان بھی۔ خطرے کی وہ بُونگھ لینے کے
بعد آگے بڑھنا صافت ہی ہوتی۔ دیسے بیوس گیئر میں ڈال کر گاڑی
پچھے بھگنا ہی کوئی عقل مندی کا کام نہیں تھا۔ پھر حال وہ دیکھ ہی رہا تھا
ہاتھ بالا کر گاڑی روکنے والے نے اب گاڑی کی طرف دوڑنا شروع
کر دیا تھا۔

”ٹھہر و... ٹھہر و... خدا کے لیے ٹھہر جاؤ... بچھے چاؤ...“ وہ
بچھ رہا تھا۔

حمد اس کی پڑا کیسے بغیر گاڑی کو پچھے ہی بھگانا رہا۔ پھر اسے
پچھے کسی دوسرا گاڑی کی بیڈ لائیں دکھانی دیں۔

دلوں کا گالیوں کا فاسلم کہ ہو تاجارہ تھا۔ فریدی نے رفتار کچھ
اوڑتی کر کری۔ جمید سنبھل کر بیٹھ گیا۔
”آخر دیگر اکوں لے جاؤ؟ کون تھا؟“
”بھی تو دیکھنا ہے۔“
دفعتا اگلی کار رک گئی اور کوئی اُتر کر بھاگا۔ فریدی نے پورے
بیک لگائے۔ لیکن دچکے کے ساتھ رک گئی۔ دوسرے لمحے میں فریدی
بھی اس کے پیچے بجا رہا تھا۔

دلوں بائیں جانب کی دھلان میں اُتر گئے تھے۔ حمید نے سوچا
کہ وہ اُسے دوسری طرف سے کیوں نہ چھیرے۔ اسی خیال کے تحت وہ
اسٹرینگ پر آپسیا اور لیکن کوائے نکال لے گیا۔

تاروں کی چھافی میں دلوں صاف نظر آ رہے تھے۔ اگلے موڑ
پر گاڑی روک کر وہ خوبی دھلان میں اُتر گیا۔

کیمرا اُسے جانے والا سامنے سے بڑھا رہا تھا۔ حمید ایک
لیکر کی اوٹ میں دبک گیا۔ وہ بُربی نیزی سے دوڑتا ہوا اسی طرف
آ رہا تھا، جیسے ہی قرب آیا، حمید نے زین پر چھیلیاں لیک کر لٹانگ
ماری اور وہ اچھل کر دوڑ جا گیا۔ ساتھ ہی حمید نے بھی اس پر چھانگ

لگائی۔ فریدی قرب ہو چکا تھا۔ حمید اسے چھاپ میجا تھا۔

”بہت اچھے...“ فریدی جیب سے مارچ نکالتا ہوا بولا، لیکن
پھر سبھی ہی مارچ کی روشنی گرنے ملے پڑی۔ اس کی زبان سے بیان

نکالتا پہ کیا کیا...“
گرنے والے کامنہ بھرتا بن گیا تھا۔ متعاد جھوٹوں سے ٹھون پھوٹ
رہا تھا۔

”بے ہوش ہو گیا...“ حمید اسے چھوڑ کر ہلہلا ہوا بولا۔
”لیکن کیمرا...“ فریدی کا بھرپور تشویش تھا۔ مارچ کی روشنی

اس پاس چکار ہی تھی۔ بے ہوش آدمی کوئی آٹا پلڈا گی، لیکن کیمرا نہ
مل سکا۔

”کہیں گاڑی ہی میں نہ چھوڑ آیا ہو؟“ حمید بولا۔
”ہو سکتا ہے۔ اچھا اسے اٹھاؤ...“

”بھی...“ حمید بھجنکار بولا۔ چھاپ بیٹھنے کی ذائقے داری میری،
اٹھنے بھرتا، بس سے باہر ہے۔“

”بھروس مت کرو“
”کہاں لے چلے گا؟“
”گاڑی نہ ک...“

”چلے ٹسلیم کر کس نیک مقصد کے لیے آپ ایسا کہہ رہے تھے...“
لیکن پھر بھی...“
”بھوس مت...“

”لذت رحم کرے۔“ حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

لگائی... اور شاید کیمیرے پر بھی بغضہ کر لیا۔ لیکن فریدی کی خواہ کے
دھنے سے گئی بھر حمید کو ایسا محسوس ہوا، جیسے فریدی اُستا ہوا اُس پر
چاپا ہو۔

ہال میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تارے مل بُر و شن ہو گئے اور
اسپاٹ لاتٹ غائب ہو جکی تھی۔ اور رقصاء ایک جانب سہی تھیں
کھڑی تھیں۔

”ہٹ جائیے، ہٹ جائیے یہاں سے“ حمید نے قرب پنج
کر ملند آواتر میں کھاپا پولیس...“

”پولیس کی ایسی تیکی...“، کوئی نہ سی میں خراپا ہے، یہاں بھی پولیس،
ہال بھی پولیس... خواب گاہوں میں پولیس... قبر میں پولیس... چھشم
میں بھی پولیس... ہونہہ...“

پھر حمید نے دیکھا کہ فریدی صدر دروازے کی طرف بجا رہا تھا۔

اُس کے آگے شاید کیمیرے پر بھسپتے والا تھا۔
ہاہر نیکل کر اُس نے گانی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔

فریدی اس طرف دوڑ رہا تھا، جھیل انھوں نے لیکن پاک کی تھی۔
حمد کو اچھی طرح یاد نہیں کہ وہ بھی لیکن میں کیوں کر رہا تھا۔

پھر لیکن کی رفتار کا کیا پوچھنا۔ فریدی ڈرامو کر رہا تھا۔ اور حمید کو ایسا محسوس
کسی کے تعاقب میں...“

سنستان نیک پہبیت دُر کسی گاڑی کی عقبی سرخ روشنی دکھلی
دے رہی تھی۔

”پھوٹا یعنی بھی تو...“ حمید بھجنکار بولا۔ اس طرح بھاگنے کی کی
ضرورت ہے، کیا وہ رقصاء سبھا کر رہی ہے؟“

”خاوش بھیو...“
”کیوں کیمرا لے گیا؟“
”ماں...“

”آپ بھی تو مکمل کر رہے تھے۔ مجھ سے کہتے، میں ہزاروں...“
لڑکوں کی تصویریں جی اسٹرینگ والی مہیا کر دیتا۔

”ہوں... تو میں اس پے اس کی تصویریں لے رہا تھا۔“
فریدی غراپا۔

”چلے ٹسلیم کر کس نیک مقصد کے لیے آپ ایسا کہہ رہے تھے...“
لیکن پھر بھی...“

”لذت رحم کرے۔“ حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

”تو ن کسے ایک میز خصوص کرالو... دو آدمیوں کے لیے ڈنر...“
”میرا خیال ہے کہ وہ پانی پکھے پیش کرنی ہے۔“
”میرا بھی بھی خیال ہے بھی نے خٹک لپھے میں کہا تھا... اور
سائنس مکمل ہوئی کتاب پر نظر جادی تھی۔

رات کا کھانا نیا نیا میں ہی کھایا گا تھا اور ابھی وہ فلور شو دیکھ
رہا تھا۔ اسپاٹ لاتٹ رقصاء کے ساتھی حکمت کر کے اُسے
رہ سکتے۔ اسپاٹ لاتٹ رقصاء کے ساتھی حکمت کر کے اُسے
واضخ کر رہی تھی... لیکن کیا فریدی رقص میں دلچسپی لے رہا تھا؟

حیدر شروع ہی سے محسوس کر تارہ تا تارہ تو زیادہ تر تماشا شاہیوں
کا جائزہ نہ رہا ہے... اور کبھی کبھی وہ اس مودوی کہرے کو بھی دیکھنے
گلتے، جو فریدی کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا۔ وہ سورج رہا تھا، کیا وہ
مگر فریدی کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا؟“

”ایک مطلب...“ فریدی پونک کر بولا۔
”ٹپے غصب کے پوزدے رہے رہی ہے، قلام۔ کیما اٹھائیے
اور شروع ہو جائیے“

”شٹ آپ...“
”حمد نے ٹھنڈی سانس میں اوپر رقصاء کی طرف متوجہ ہو گی۔“
ہال میں ملند آہنگ موسیقی گوئی رہی تھی... اور حمید کو ایسا محسوس
ہوا تھا، جیسے ساری کاغذات ایک انگوٹھا نیا لیتے اور پکھتے ہوئے
جسم میں تبدیل ہو گئی ہو۔

ایک بیل کے لیے وہ اس کی میز کے قرب بھی آئی تھی اور
اسپاٹ لاتٹ سے اس کی آنکھیں چند صیانی تھیں۔ ورنہ وہ اس
چھتی ہوئی کاغذات کا جائزہ قریب سے جمی سے سکنا تھا۔

پھر وہ آگے بڑھ گئی تھی اور ادب جس میز کے پاس تھرک رہی تھی۔
اس پر سے ایک آدمی اٹھا اور بالکل اسی کے سے انداز میں چکنے لگا۔
انداز اسایا تھا، جیسے گھرے نہیں ہو۔ ہال میں قہقہے بلند ہوئے۔
رقصاء بھی شاپد اسی کی حکمت سے محظوظ ہو گئی تھی اس لیے وہ
دہیں رُنگ کرائے جم کو قصر کا تی اور پچھاتی رہی۔ وہ دلوں ہی اسٹاٹ
لاتٹ کے داشرے میں تھے۔

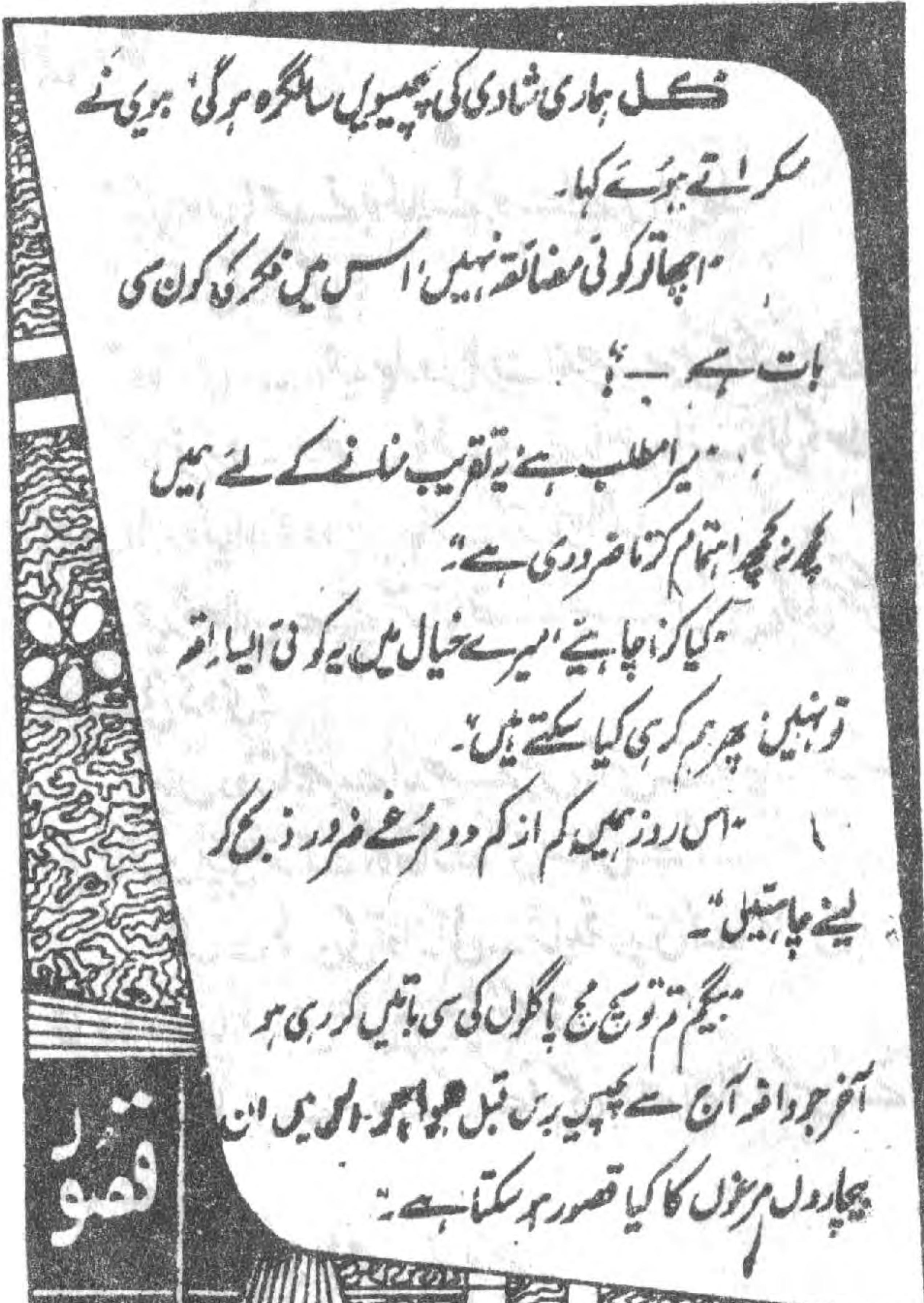
دفعتا حمید نے مودوی کیمیرے کے چلنے کی آواز سنی اور پونک کر
مزراب فریدی اُن کی تصویریں لے رہا تھا۔

لیکن شیک اسی دفعہ کی طرف سے ایک بوتل اُر اس کے
ہاتھوں سے مکڑا اور کیمیرا فرش پر جا گرا۔ فریدی اُسے اٹھانے کے
لیے جگکا ہی تھا۔ فریدی بھی بیٹھنے ہوئے ایک آدمی نے اس پر چھانگ

"وہ جی اس معاملے میں تھا سبھی طرح عدیم المثال ہے۔"
"خُدا جانے...، وہ نہ توں ہی بتوں میں بڑی بارگاہی گیا۔
"تھجھا بتم کیجا ہے ہو؟"
"مجھے میرے گھر بہنچا دیجیے، ہبھی احسان مافول گا۔"
جسند کو نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس کہانی میں جھوٹ کتنے
فی صد ہو سکتا ہے۔
"تھجھا تم، اُن کے پنجے سے کس طرح بدل جائے گے، مجھے کچھ
دیر بعد اُس سے پوچھا۔
"وہ سڑک تک میرے پیچے آئے تھے، لیکن کسی طرح بدل جا کا تھا۔"
"تمام سے گھر میں کتنے افراد ہیں؟"
"میں نہیں تھا ہوں، بھروسے گاؤں میں رہتے ہیں۔"
"تب تو وہ تمام سے گھر میں بھی حس سکتے ہیں، تم کیا بگاؤں لو گے
اُن لوگوں کا۔"
پھر بتائیے، میں کیا کوں؟ اُس نے سہی بھوئی آواز میں وچھا
دفعتا ایڈیٹیپ کی روشنی میں پڑی، بھوکھنا صلے پر سڑک،
کے کارے گھری تھی۔ جیسے ہاں بجا لایا فریدی نے گھر کی سے ہاتھ

"تم ایک پلیس آفیسر سے گفتگو کر رہے ہیں، اس پلے محاط ہو۔"
"میرے خدا... پپ... پوس آفیسر..."
"تمان، اب بتاؤ کیا قصہ ہے؟"
"قہ... قہ... بخدا میں جی بھی بانٹا کر کیا قصہ ہے؟"
"پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔ اس وقت یہاں اس
دیر نے میں کیا کر رہے تھے؟"
"وہ لفک، مجھے بکلا نے تھے۔ جوگور کر رہے تھے کہیں شادی کروں؟"
"میں سے..."
"وہ کہتے ہیں کہ وہ ایک بڑے سولہ داںکی لڑکی ہے۔"
"لڑکی دیکھی ہے تم نے...?"
"نن... نہیں جناب یا"
"کیا ہمیں بار بیکرا خاتمیں...?"
"نہیں جناب، اُنی بار بیکرا پہل کرچکے ہیں۔ آپ کو میرے
سامنے کہم پر نیل نظر آئیں گے؟"
"اپنا نام ادھپتا بتاؤ۔ کس اسکول میں پڑھاتے ہو؟"
"بینٹ بخوزف اسکول میں مجھے واحد مل کہتے ہیں دعوت میں
میں نہیں سمجھا۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"
"لُک گھوٹا شادی کر لینے کے بعد شادی سے دوبھاگتے ہیں۔"
"اسے تو میں ان بدخون سے کب کہتا ہوں کہیں شدی کرنا
چاہتا ہوں؟"
"کہنے بدھنکوں کا تذکرہ ہے؟"
"میں بخوبی نہیں بانٹکہ وہ کون ہیں؟"
"یار ہمیں قم بہت زیادہ تو نہیں پی گئے؟"
"ہرگز نہیں، میں لشے میں نہیں ہوں؟"
"تو پھر کسی سالے کے ایڈیٹر ہو گئے، پس جائے میں بھی سالانہ
خیہ بدل کے خواب آتے ہوں؟"
"نہیں جناب، میں تو اسکول ماسٹر ہوں؟"
"کسی ایسا اسکول کے..."
"وہل غلوٹ اسکیم ہوتی ہے؟"
"مرن بھیں الیا!"
"جی..."
"کچھیں کوئی خاص بات نہیں۔ تم ہر اس طالبہ کو اپنی عاشق
سمیلتے ہو، جو تم سے اخلاق سے پوش آتی ہے۔"
"باکل غلوٹ جب میں شادی کرنے ہیں، چاہتا..."
"غیرہ۔ غیرہ۔ قم بعض بدھنکوں کا تذکرہ کر رہے تھے؟"
"اُن... لیکن میں اُن کی شادی نہ کر سکوں گا!"

مان بیزندہ ہوں، تم کون ہو؟ اُس کی آواز خوف زدہ تھی۔
"میں نواریوں اور نواروں کا ٹھیکرہ رہوں گا۔ پھر کاری کی رفتار کم ہو رہی تھی۔
بالآخر جید بھی بسیک لگاتا ہوا چینیاں میں بھوئی خطرہ..."
کاری روک دی تھی، لیکن ہیڈ بیپ روشنی رہنچدی تھے۔
دوسری گاری میں فریدی تھا اور کر قریب آیا۔
"کیا بات ہے؟"
"وہ دیکھے...، مجید نے ہاتھ اٹھا کر لشکر کیا۔ وہ آدمی اپ بھی
اُن کی طرف دوڑا رہا تھا۔
"میں دیکھ رہا ہوں، قم زبانی بلاغہ!"
"نیچ مرک پر آکھڑا ہوا تھا... گاری رکوانا چاہتا تھا!"
"ہم تو... نہ ہو... آئے دو!"
بب... بجاو... میں نے گرتے گرتے کہا۔ مجید نے کوشش
کی تھی کہ سنجال لے لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔
"یہ بھی بہ ہوش ہو گیا،" مجید نے احتمال انداز میں ہما۔
آسے بھی اٹھا کر اس گاری میں دلو!"
مجید نے پھر سٹڈی سالنی لی بیکن کچھ نہ بولا۔ دونوں نے اُس
بے ہوش آدمی کو بھی اٹھا کر گاڑی میں ملا دیا۔
میں آگے جلتا ہوں، بافریدی نے کہا۔ قم ذرا یہ گاڑی کنارے
پر کلو یا۔
مجید نے اُن اسٹارٹ کے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے لشکر
کونکال لے جلتے کا اشارہ کیا۔
اب نہ کن آگے جا رہی تھی... مجید نے جاہاںی لے کر پڑا سامنہ
بنایا۔ دیسے پانپ نہیں پیا تھا۔
"ہائے نہیں... ہائے نہیں...، پچھلی لشت سے ایسی ہی آواز
آئی جیسے کوئی حواب میں بڑبارہ ہو۔
"کیا تم زندہ ہو؟" مجید نے طنزی رہنچے میں پوچھا، لیکن جیاں بند جلا۔
گاڑی کے اُن کی آواز اسے ایسی لمحے بھی تھی، جیسے خود اُس کی
کوپڑی سے نکل رہی ہو۔ تھوڑی دیر بعد پچھلی لشت سے پھر آواز
آئی۔ پچاؤ... پچاؤ... میں شادی نہیں کرنا چاہتا یا۔
"آہاںک...،" مجید کے سینے سے ایک جھگڑا شاہ آہ نکلی اور وہ
اس طرح مذہ چلانے لگا، جیسے بے ہوش آدمی کو کچاہی جبا جائے گا۔
"میں کہاں ہوں، میں کہاں جا رہا ہوں؟" پچھلی لشت سے
آواز آئی۔
"تم زندہ ہو؟" مجید نے پوچھا۔



”وہ بہت مزدروں کا آدمی ہے۔ کہیں کہتے تھے ہندو
ہو جائے؟“
”پتا نہیں تم کس کی بائیں کر رہے ہو؟“
پھر اپنے بیوی پر لواز کا ہوالہ کیوں دیا تھا؟
”کیا تم آج کل روزا سنبھا سے پہنچیں نہیں پڑھا سکتے؟“
اس پر آپ چاہتے ہیں کہ سب سنبھا کا ٹھانٹ پہلے ہو جائے؟
”یکم ششم آدمی ہے!“
”دل کے درستے پڑتے ہیں اُس پر آخر لاش اُسی کے دروانے
کیوں ڈالی گئی ہے؟“
”دعاخ مت چالو۔ ایسی کاری دھونی ہے!“
کیا زبان سے دھونی جائے گی؟ یہ سیدھا جملہ کر بولا۔
فہری کچھ نہ بولا۔

”مجید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا: ”وہ کون تھا اور آپ کا کیا رکھیں
لے بھاگا تھا؟“

”میں نے کچھ تصویریں مل تھیں۔“
”کیا اس کا تعلق اسی دالانگ پارٹی سے تھا؟“

”آہ... فرمدی بیکھر سے قہقہے کے ساتھ بولا۔“ تم شاید یہ بھے
ہے، ہو کہ میں نے اس رقصہ کی تصویریں مل تھیں۔“

”پھر...؟“

”وہ تصویریں اس آدمی کی تھیں، جو نئے میں خوبی نہ پچنے کے
لکھش کر رہا تھا۔“

”اب کچھ نہیں پوچھوں گا۔“ مجید نے پہنچے اعضاہی سے کہا۔
”یقین کرو وہ ۱۰۰۰...؟“

”یقین کر کے کیا کروں گا جبکہ اس کے پاؤں جو بھی کچھ بھر میں
نہ آئے۔“ مجید پیشافتی پر ہاتھ مار کر بولा۔

”فی الحال میں کچھ سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔ تم جانتے ہو، جب تک
وئی چیز خود میرے ذہن میں صاف نہیں ہو جاتی، اُسے زبان پر نہیں
لاتا۔ عرصے سے کچھ لوگوں کی نگرانی کر رہا ہوں۔ بلا خود وہ لوگ ہو شہزادہ ہو
گئے۔ ماورکم از کم اُن کی آج کی حرکت سے یہ آذانت ہو ہی گیا کہ میری
حنت برباد نہیں ہوئی۔“

مجید ذہن پر زور دیتے رہا۔ اُس نے ان دونوں فرمدی کو اکثر
سوئی کیا استعمال کرتے دیکھا تھا۔ راہ چلتے تصویریں لینے لگتا۔

”ماں... کہا ہی تو بعض چیزوں انجام کرنے کا باعث بنتا ہے“
”کیا آپ مجھے کہا ہے ہی کے بارے میں عزیز کچھ نہ بتا سکیں گے؟“

”اُس کے بُجھنے آتا کہ بھل گئے گا۔“
خیل درست ہے جو قلی بی پر امکانات ہو سکتے ہیں لہذا
آئا نے کی بھی مزروت نہیں ہوت رُمال بھیر دینا کافی ہو گا۔
اب یہ وقعت رہ گئی ہے، حماری کہ لاٹوں کے بُجھنے میں
کتنے بھروسی فریدی کچھ نہ بولا۔
لیکن جنابِ حمید نے کچھ دیر بعد داشت پر وانت جما کر کہا۔
”ایک تہریش کافی ہے لہلہ ہے۔ ہم یہ لاٹ وہاں والیں گے کیجے؟“
”نہیں وہ علاقہ قطعی طور پر ویران ہو چکا ہو گا۔... لیکن بھروسی
تمہاری بوكھلاہٹ قابل دید ہو گی۔“
”میں نہیں سمجھا...“
”وہیں جل کر سمجھ لینا یا۔“
حمد بمحض ہونے پاٹ پ کو دوبارہ سلکار ہاتھ
کا رشہر کے اُس سختے ہیں داخل ہو رہی تھی، جہل پست بڑے
بڑے تاجریوں کی کوئی خدمت نہیں۔ پہاں ساری سڑکیں سُنسان نظر اپس۔
عہدوں کے کھڑکیوں سے گھری بہر نگہ یا نیلے رنگ کی روشنیاں
پھوٹ رہی تھیں۔
لیکن ایک عمارت کے پہاٹک سے چند گرد دور جا کر رُک گئی۔
”لیکا...“ حمید کے لہجے میں سچ مج بوكھلاہٹ تھی۔
”جی...“ فریدی مسکرا یا۔ غالباً بھروسہ دل نواز کی کوئی ہے۔

”یعنی کہ یہاں...“
پر شکر دار ۶۰۰۰
”مُحَمَّد... مُحَمَّد...“
”کچھ نہیں...“ فرمادی نے سخت لمحے میں کہا۔ پچھے اُترو...“
”جید اُتر انہیں بلکہ لومک آیا۔“
”آپ جانتے ہیں یہاں کون رہتا ہے؟“ جید نے سرگوشی کی۔
وقت نہ صاف کرو۔“ فرمادی نے اُسے بھجنی شست کی طرف
و حکیل دیا و ملوں نے بھجنی شست سے لاش آتا سی اور عمارت کے
بھانک کئے تھے ہی ڈال دی۔ جید کی سالیں تین تھیں۔ ایسا
خوش ہوا تھا، جیسے کالوں میں سیپیاں کی نک رہی ہوں۔
دو دلوں پھر گارڈی میں آبیجی۔ گارڈی پلٹ پر تی۔ جید کو جھنپی
طن دیکھنے لگا اور کسی دلہشیدگی طرف...“
”فرمادی خاموش تھا۔ ایسا معلوم ہوا تھا، جیسے کچھ بُوا سی نہ ہو۔“
”شُوں سے صرف خیالات میں دُوبارہ ہا ہو۔ پیروں کو جنپش نہیں نہ دی ہو۔“
”آپ نے اچھا نہیں کیا۔“ جید کھنکا کر بولा۔
”کہا مظاہر...“

جیسے ماریچ کی بخشندہ میں گائی کے نیروں کے لئے اور انہیں
نہیں پڑ جائیں گے۔

”آجق... فریدی بڑھایا۔
”خواہ خواہ یورنگ سمجھے ہے۔

”میں نے کہا تھا کہ گائی میں پڑھنے نہیں ہے۔“ فریدی نے
اور رپر کا پاس پہنچا کر نیچے آگیا۔ حیدر باس اٹھ پڑا۔ مونو
میں تباہ کو بھر دا تھا۔
شوری دیر بعد فریدی بھر لگن میں آبیجا۔

اب دہشت کی طرف جا رہے تھے۔
ساری محنت پر باد ہو گئی۔ فریدی بڑھایا۔ جسکل تمام
آدمی ہاتھ آیا تھا۔

”ایک نہیں دو بات آئے تھے یا عید پاٹپ کا کش لے کر
میں اس لاش کی بات کر رہا ہوں۔“

”کیسے جائیے؟“ حیدر نے پیپروں سے شانوں کو خوش و
ان سے علم نہیں تھا کہ اتنے دنوں فریدی کے پاس کوئی کسی
لئے کچھ دیر تک خاموشی رکھی بچھ فریدی ہی بولا۔ ”میرا خیال ہے
کہ یہ خالی ہاتھی نکلا تھا کیمرا، وہیں کسی نے اس سے کہے لمبا ہے
”بھلامیں کیا عرض کر سکتا ہمں اس کا ملے ہیں؟“

”بہت چڑھتے ہوں گے کوئی؟“

”مجھے علم نہیں...“

”یہ ایک تیرتِ اچنگریں ہے یا
مکن ہے ہمید نے پھر وائے سے کہا۔
پھر فریدی نے بھی خاموشی اختیار کی۔ لشکرِ سُنْدھانِ سڑک پر
تیرتے رہی۔
”کام اب شروع ہو گا، جیو صاحب۔“ فریدی نے ٹھوڑی دیر
کے بعد کہا۔
”هر شاد... کہنے جمیدِ خود کو ایک دلائی پر اُسرے سے زیادہ
اہمیت نہیں دیتا۔“
”یہ لاش ایک بڑے آدمی کی کوئی کے حاملتے چھوڑنی ملاتے گی
خیل اچھا ہے۔ اس طرح ہمارا فنگر پرنسپیکشن بڑی تاری
سے ہما۔ کی انگلیوں کے لشانات کے قوتوں لے سکے گا۔“
”خوبشی ہوئی کہ تھامی کو جھوپڑھو پڑھی ہے۔“ فریدی نے
کہا۔ یعنیکن ہم انھیں اس کا موقع نہیں دیں گے۔ اس کے بعد ہم
وہ سارے کیا اچنگریں علیحدہ کر دیں گے۔ جن پرانگلیوں کے لشانات، بول
لشکر کے امکاناں تھے ہوں۔“

کل کرنے کا اشارہ کیا تھا گائیشکی کے قریب ہی جائیکی۔
”کیا بات ہے؟“ محمد نے پوچھا۔
”پھر وہ شتم ہو گیا... فرادیکھو تو اس گارڈی کی کہاں پوزنٹ شن
شکی سے نکال لیجے گا کیے؟“
”تم فکر نہ کرو“
حمد گارڈی سے آتا گاڑی، لیکن کے برابر ہی کھڑی بھی
”یہ لو... فریدی نے اُسے رب کا ایک پتلا سایا اُب د
نہ ٹھیک ہوا۔“ اسی پانچ سے نکال بھی اُنہوں گا۔
پھر وہ بھی لیکن سے آت آیا۔ حمید گارڈی کی شکی میں رب کے
ڈال رہا تھا نہ بیدی بھی اُس کے قریب آگیا۔
اچانک ایک فائزہ ہوا اور ۹۵ دلوں اُچھل پڑے۔
وہ صویں کی بوغضا میں بھیل رہی تھی۔
فریدی لیکن کی طرف چھپا۔
”اوہ...“ محمد نے اُس کی آواز سُنی۔ کھوپڑی میں گولا
گئی پڑے۔
حمد اپنی گاڑی کی بھیل سیٹ کی طرف پکلا۔ شادی سے
والا غائب تھا۔
لیکن میں پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کی کھوپڑی
اُپل رہا تھا۔

”یہ کیا ہو گیا؟“ حمید نے پوچھ لایا۔ ”بے شکری میں پوچھا
وہ آدمی کہاں گیا؟“
”وہ آدمی... حمید چاروں طرف انہیں سے میں آنکھ
کی طرف اشارہ کیا اور خود دائیں جانب اُتر پر چلا گیا۔
حمدودھلان سمجھے اُتر آیا تھا۔ انہیں سے میں کہا
چیز دکھالیں نہ دی؟
کہاں دوڑتا ہاپھر سے انہیں سے میں۔ اس نے سوچا
اپنی حماقت پر بھی خفڑتے نے ٹکا تھا کہ وہ کتنی صفائی سے آئے
شک سے مل سنائی آواز آئی۔ ... شاید فرید کی آئے
تھا وہ تو پہ آیا۔ فرید کی شکن ڈین میں بھی چکا تھا۔
”اس گلزاری کے کیونے نوٹ کر لے کے تم بھی ابوصر راجا ہوئے
جیسے کہا۔
”کیا نہیں میل؟“ حمید نے پوچھا۔
”نہیں...“

کہ وہ اس وقت تو کوئی سے چلے جائے؟

اواس کے بعد... فریدی سے مودت ادا کوا۔

”جی، اب ہی...“ قائم آنکھیں چلتا ہوا کسی انہی ہنسا۔

”اس کے بعد توہین اپنے والد صاحب سے اُس کا نکاح پڑھوا دیں گے۔“

”آئے اے...“ قائم مکاتیاں کر بولا۔ ابھی بیٹی تھارے بے باپ کا

نکاح پڑھوا دوں تو کیسا تھے؟“

فریدی نے نیچی بچاؤ کر لیا۔ دردناک تھے اپنے بے باپ ہو گیا تھا۔

کوئی بچہ کر دوں تو کروکر روزانہ سواری ہے۔ قاسم اس نکمیں

خلاسی نہ کسی طرح اسے کھٹکی سے لے جائے، لیکن فریدی تو دراصل یہ

معلوم کرنے گا تھا کہ وہ تصویر قاسم کے نگار خانے میں کیسے بچپنی تھی؟ اُس

نے اُس کے سارے ملازموں کو طلب کر لیا۔ اُن میں سے اپنے بہت زیادہ

زوس نظر آتا تھا فریدی نے سوالات کی لوحچائی تو اُسے اعتراض

کرنایی پڑا کہ وہ غلطی اُسی سے سرزد ہوئی تھی۔ اُس نے بتایا کہ جب قاسم

ڈرانگ روم میں روزانہ سے گفتگو کر رہا تھا۔ باہر ایک آدمی نے اُسے

وہ تصویر دے کر اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ اُن کے نگار خانے میں

بچپنے سے قبل ہی وہاں رکھ دے، اس کام کا مبلغ اُسے بیس روپیں کی

شکل میں ملا تھا۔

پھر اُس نے اُس آدمی کا جو حلیہ بتایا۔ اس سے فریدی نے بی اندازہ

نگاہ کر دی۔ تینی طور پر میک آب میں رہا ہو گا۔

چھروہ روزانہ اسے کمرے کا دروازہ کھولنے کی کوشش

کرتے رہے میک کامیاب نہ ہوئی۔

●

فریدی کہا شہر کے تحول تین آدمیوں میں سے تھا۔ دوسری

جنگ عظیم سے پہلے وہ صرف فیڈر کہا تھا جنگ کے زمانے میں ملڑی

کے شیکے بے اور حیرت انجینی طور پر صرف دولت مندوہ تا گاہ کر جنگ

ختم ہونے سے قبل ہی تاثر ہدھی لفیب ہو گئی۔

آزادی کے بعد صنعت کار باری میں سرمایہ نگایا پھر اورتیزی سے

پھنسنے پوئے نگاہ اور اب تو بورے نگاہ میں دوچار بی اُس کی مذکور کے

ہے ہوں گے۔

لجم شیخ آدمی تھا، لیکن سُننے میں آتا تھا کہ دل کے درے اُسے

پچھے سے بھی بدتر بنادیتے ہیں۔

آن دو دیرنگ سوتا رہا۔ اُٹھنے کے بعد بیدنی کے لیے گھنٹی

بھالی تھی، لیکن کوئی بھی نہ آیا۔ آخر جھلک گر خود ہی اٹھا، خواب گاہ سے باہر

نکلا۔ لیکن ہمیں سنانا محسوس ہوا۔ دو ایک نکروں کو نام لے کر کھلا

...مگر جب نہ ملا جھلک اگئے بھتائی۔

ہر طرف سخا ناہی تھا اس طرح جاتا ہوا، وہ بیرونی بآمدے
تک آیا۔ نظر دیج لان سے گزر کر بھائی تک پہنچی، جہاں بھی نظر آہی
تھی پلیس کی دو گاریاں کھٹکی دکھائی دیں۔

اس کے ملازمین نے شاید اسے دیکھ لیا تھا اس لیے وہ جھستے
ہوئے اُس کی طرف آئے۔

کیا بات ہے؟ سرہنہ نے غصیلے ہجھے میں پوچھا۔

”حضور...“ ایک ملازم ہاتھ پاؤ بولا۔ بھائی پرلاش...؟“

”کیا...؟“ پلیس کی لاش پڑی پائی گئی ہے۔ پولیس آفسر آپ کو

”مم... مجھے پوچھ رہا تھا؟ سرہنہ نے کہا۔ اُس کا جھر دیک بیک

زد پڑ گیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوا تھا، جیسے پلکی کی دباؤ کی بانپر بھکی

پڑھی ہوں۔ انگوڑا کے بڑھ کر اسے مہاراہ دیتے تو شاید گری پڑھتا۔

وہ اُسے سہارا دیتے ہوئے ڈرانگ روم میں لائے اور ایک آرام گرسی پر نہادیا۔

ایک ملازم، داکڑ کو فون کرنے لگا۔ بآمدے میں قدموں کی چاپ

سنلنے والے ملازم اُدھر پہنچتا۔ آنے والا پولیس اسکے تھا۔

”صاحب پر دل کا دورہ پڑ گیا ہے میں نے انھیں لاش کے

متعلق بتایا تھا۔“

”اوہ... مجھے افسوس ہے؟“

”ڈاکڑ کو فون کیا گیا ہے؟“

انسپکٹر پھر دلپس چلا۔ سرہنہ آنکھیں بند کیے گئی تھیں

سائنسی یتارہا۔ پچھہ دیر بعد انکھیں کھول کر شیعف آوازیں کھا۔ بے بنی کولاڑا۔

”جی۔ جی... وہ تو نہیں ہیں۔“ ایک فکر نے جواب دیا۔

”کہاں گئی...؟“

”جی، وہ تو رات بھی نہیں تھیں۔“

”رُت بھی نہیں تھی؟“ سرہنہ نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے

حیرت سے کہا۔

”بھی صاحب اڑات نہیں آئی تھیں۔“

”وہ جیرستہ نکھیں پھاڑے ختم میں ٹھوڑتا رہا پھر اہستہ

سے پوچھا۔ اُس کے ساتھی تھی؟“

”تھا۔ یہاں کوئی نہیں آیا۔“

”یہ بھی نہیں بتایا کہ یہاں جاہر ہے؟“

”آپ یہ خاصم سے تو واقعہ ہی ہوں گے؟“
”اوہ... وہ ملکیوں... یا مخفیت بانہ انداز میں بڑی بیا۔
”کیا، آپ وہ تصویریں دیکھیں گے؟“ فریدی نے پوچھا۔
”کیوں نہیں، ضرور۔ ضرور...“
فریدی نے حمید کی طرف دیکھا اور حمید نے کاغذیں لپٹا، تو فرمی

اُس کی طرف بڑھا دیا۔
وہ ان چار کیروں کو ببور دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔ اُول تو یہ
تسویہ نہیں ہے صرف چار کیروں ہیں۔ دوم ان میں کوئی ایسی بیکری نہیں
ہے، بچ کی کسی کی بے ہوشی کا باعث بن سکے ہے کیا آپ حق کہہ رہے ہیں؟“
”بھلماں میں آپ کا واقعہ کیوں برپا کر دے گئا؟“ فریدی نے خٹک
لئے ہے۔

”آپ نے اُس سے پوچھا تھا؟“
”وہ کچھ بتانے پر تیار نہیں۔“
”بڑی عجیب بات ہے؟“
”وہ اب بھی کوئی بھائی سے باہر نکلنے پر تیار نہیں...“

”مجھے لے چلے۔ یہاں بیکن... بیلاش... مجھے اس لاش کے
متعلق تباہت؟“
”میں کوئی بھائی نہیں جانتا۔ میں اک معلوم ہوا تھا کہ اُس آپ کے
بھائی پر پائی گئی ہے۔“

””میں لاشیں نہیں دیکھ سکتا“ وہ خوف زد ہجھے میں بولا۔ اور
خاموش ہو کر بچھے ہونٹ پر زبان بھیرنے لگا۔
”یہاں وہ تو اپ کو دیکھنی ہی پڑھی۔ کارروائی شناخت میں
آپ کی شرکت ضروری ہو گی کیونکہ لاش آپ کے بھائی پر پائی گئی ہے۔“
”میرے خدا! میں دل کا مریض ہوں؟“
”تو پھر آپ کتنی دیر بعد میرے متعلقہ جملے کیسے گے؟ کیونکہ یہاں ملا
والے بھی اس واقعہ کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔“

”کیا وہ بے بنی کو پہچانتے نہیں؟“
”ہو سکتا ہے، عالم صاحب پہچانتے ہوں۔“
”اس کا راست میں نہیں رہتے؟“
”بھروسہ مل کون رہتا ہے؟“
”عالم صاحب کا لکھا قائم...“
”غیر۔ غیر۔ میں ذرا...“
”ہاں آپ الہمنا سے فارغ ہو جائیے میں انتظار کروں گا؟“
”سرہنہ انہیں دیکھوڑ کر چلا۔ حمید فریدی کو تھوڑی وائی
نظر سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اہستہ سے کہا۔ آپ نہیں

"عذل نے کچھ بتیا...؟" حیدنے پوچھا۔
 "میں نے ابھی کچھ بچاہی نہیں...؟"
 "بچا... پہلے یہ بتائیے کہ آپ نے وہ لاش پہاڑ کیوں لا دلی تھی،
 کیا سنبھالا...؟"
 "یہی روزا ہی کے یہے تھا... میکن وہ کہیں اور کتنی... غیرہ تصویر
 والا معاملہ ہی کار آمد ہی ثابت ہو سکے گا؟"
 "آپ یہی جانتے تھے کہ روزا ہیری شناخت ہے؟"
 "کیوں نہ جانتا... جبکہ روزا کی بھی بگرانی ہوتی رہی ہے؟"
 "آخر کیوں...؟"
 "بعض شفته آدیوں سے اس کے تعلقات کی پانپر...؟"
 "میکن وہ مشتبہ ادمی...؟ اُن پر کس بات پر شفہ کیا جا رہا ہے؟"
 "بھی کیا تو اُن کے دماغوں میں خل ہے یا پھر ان کی لایعنی
 حکمات کوئی مقصد رکھتی ہیں؟"
 "شال کے طور پر بھی کچھ فرمائیے" حیدزرج ہو کر بولا۔
 "مثلہ بھاڑا... پھلی رات والا تحریر ہیں ایک ایسے آدمی کی
 آدمیوں یہ رہتا تھا، بول بخارہر لشکر جھونک میں اٹ پھانگ رکھتیں کر
 رہا تھا۔ لیکن کوئی میرا کیمرا ہی لے جاتا ہی؟"
 "اوہ پھر قسم ہی کر دیا گیا، لیکن کیمرا اس کے پاس نہیں تھا؟"
 "بھے یقین ہے کہ وہیں نیاگرا کے ہال ہی میں کسی دوسرا نے
 اس سے کھرا لے بیاتھا؟"
 "اس کے باوجود بھی میں آپ کی اس طویل نظم کے مرکزی خیال
 تک نہیں بہت سکا؟"
 "بس سو لوک پوٹری ہے" فریدی منکرا یا۔
 "تب تھرکزی خیال بھی آپ ہی بتائیں گے؟"
 "تلہ مکن کیاں ہوئی ہے؟"
 "بہر مل کیا آپ کا خیال ہے کہ روزا، اس آدمی سے واقع تھی؟"
 "یقیناً... ورنہ پہاڑ لاش لا کر پھیکنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟"
 "تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اُسے کارروائی شناخت
 میں شامل کریں گے؟"
 "فی الحال ضروری نہیں بھستا۔ یہ کام بعد میں لاش کے فوٹو کے
 ذریعے بھی ہو سکے گا؟"
 "گویا، آپ خود ہی اتنے دل تک اس معاطلے کو نہیں گے؟"
 "ٹھانہ ہی پڑے گا؟"
 "کیا یہ قانوناً درست ہو گا؟"
 "مصلحتاً ضروری ہے" فریدی نے طویل سانس لے کر ہاں بندی رنج

"مجھی نہیں..."
 "تعجب ہے۔ اگر وہ بھی پہنچتے خالق نہیں تو انھیں اس کا
 نذکر سنبھالا سے مزدود کرنا پڑتا ہے تھا؟"
 "فیجھے انھیں بتائیے گا انھیں کہ میں نے آپ کو کچھ بتیا ہے، میں
 اس خاندان کا خیر خواہ ہوں؟"
 "نہیں تم ملتا رہو۔ اگر ان کے دوستوں کے متعلق کچھ بتا سکو تو
 پہتر ہے۔ مثال کے طور پر بھی کوئی ہیسا کوئی بھی ملتا ہے۔ اُن سے پہلے دیکھ
 کر وہ خوف زدہ ہو جاتی ہوں؟"
 "نہیں صاحب بجے کبھیاتفاق نہیں ہوا؟"
 "غیر... جاؤ..."
 ملازم چالا گا۔ حمید پھر ٹھہر لتا۔ واپس ہمکی طرف آپلا۔ لاش انٹھوانی
 جا رہی تھی۔ سب اسکے پر، حمید کے قریب اگر جو لایا آپ نہیں نے لاش کا
 معائنہ نہیں کیا؟
 "ہم اس پیشہ میں آئے تھے، اسکے پر حمید نے خوش اخلاقی سے کہا
 "وہ سرا معاملہ تھا۔ لاش کے سارے میں تو ہیں اگر علم ہووا۔ ویسے کچھ پتا
 چلا۔ کون تھا؟"
 "بھی نہیں، اس کے پاس سے بھی کوئی ایسی بھی برآمد نہیں ہوئی، جو
 اس کی شخصیت پر رoshni دل سکتی۔"
 "ذکر ہوئا ہوتا ہے؟" حیدنے کہا۔ اور دوسرا طرف مڑک رنجھا ہوا
 پاپ سنگانے لگا۔
 کچھ دیر تک دہن کھڑا رہا۔ پھر ایک جانب چلنے لگا وہ روزا سنبھا
 سے ملنے اور گفتگو کرنے کے لیے بے چین خانہ پہنچ لات۔ وہ چیختے ہی رہ
 گئے تھے میکن روزانے دروازے نہیں کو لا تھا۔ منجھ بخشل تمام اُس تک
 پہنچنے تھے میں اُس نے کچھ نہیں بتایا تھا، بس بھی کہتی رہی تھی پتا نہیں،
 جسے کیا ہو گا ہے۔ میں تو بھی نہیں بھروسکتی۔"
 یہ کیمرا اپنے کمرے میں بھر رہا صور غائب ہو گئی تھی۔
 "غائب ہو گئی تھی؟"
 "مجھی نہیں بھجا۔"
 "ایک بار وہ اس تصویر کو دیکھنے بے ہوش ہو گئی تھیں؟"
 "کیا یہیں گھر پر...؟"
 "مجی ہاں اپنے کمرے میں بھر رہا صور غائب ہو گئی تھی۔"
 "غائب ہو گئی تھی؟"
 "مجی ہاں جانپر... اس دوار میں، میں صاحبہ بہت زیادہ
 خوف زدہ نظر آتی رہی تھیں؟"
 "آئی کھل سے تھی؟"
 پتا نہیں، میں صاحبہ نے مجھ سے پوچھا تھا کیونکہ میں ہی اُن
 کمرے کی دیکھ بحال کرتا ہوں؟"
 "صاحب کو علم ہے اس کا...؟"
 "بھی نہیں، انھوں نے منع کر دیا تھا، مجھے... کہ اُنکی بے ہوشی
 اور تصویر کے بارے میں صاحب کو نہ بتاون؟"
 " وجہ بھی بتائی تھی؟"

"ہو سکتا ہے، صاحب۔ گلایاں تو لات بھر گزرنی رہتی ہیں؟"
 "یہاں کوئی جو کیدار بھی ہے؟"
 "مجی ہاں جانپر...؟"
 "کیا وہ پچھلی رات ڈیلوی پر نہیں تھا؟"
 "تھا جانپر...؟"
 "بڑی عجیب بات ہے؟"
 "اچھا۔ یہ میں سنبھالا اکثر رات کو گھر پر نہیں رہتا تھا؟"
 "ایسا تو بھی نہیں ہوا جا جا، یہ پہلا موقع تھا؟"
 "اُن کے احباب قاتے رہتے ہوں گے؟"
 "مجی ہاں۔ کبھی بھی...؟"
 "اُن میں کسی کا نام اور پتا بتا سکو گے؟"
 "نہیں جانپر...؟"
 "تم اس تصویر کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے؟"
 "مجی ہاں... مجی نہیں...؟"
 "کیا بات ہوئی...؟"
 "پہ... پتا نہیں؟"
 "تم نے پہلے بھی کہیں دیکھی تھی؟"
 "دیکھی تھی۔ بھی نہیں... پتا نہیں مجھے کیا کہنا چاہیے؟" وہ غلط بنا
 انداز میں بڑا تباہ اپنی پیشانی مسلسل کر۔
 "وہی جو قصص اپنیا جاتے ہو۔ پچھی بات...؟"
 "یہ تصویر میں صاحبہ کے یہ پڑی پریشانیاں للتی ہے؟"
 "میں نہیں بھجا۔"
 "ایک بار وہ اس تصویر کو دیکھنے بے ہوش ہو گئی تھیں؟"
 "کیا یہیں گھر پر...؟"
 "مجی ہاں اپنے کمرے میں بھر رہا صور غائب ہو گئی تھی۔"
 "غائب ہو گئی تھی؟"
 "مجی ہاں جانپر... اس دوار میں، میں صاحبہ بہت زیادہ
 خوف زدہ نظر آتی رہی تھیں؟"
 "آئی کھل سے تھی؟"
 پتا نہیں، میں صاحبہ نے مجھ سے پوچھا تھا کیونکہ میں ہی اُن
 کمرے کی دیکھ بحال کرتا ہوں؟"
 "صاحب کو علم ہے اس کا...؟"
 "بھی نہیں، انھوں نے منع کر دیا تھا، مجھے... کہ اُنکی بے ہوشی
 اور تصویر کے بارے میں صاحب کو نہ بتاون؟"
 " وجہ بھی بتائی تھی؟"

"کانٹکرو نہیں کیا کہ یہ تصویر وہاں کی پہنچی تھی؟"
 "فریدی مختصری یہ ہو۔" کے ساتھ دوسرا طرف دیکھنے لگا۔ وہ بھج
 سوچ رہا تھا۔
 "تصویر میں پچھلی پہنچی تھی۔ کچھ دیر بعد ایک ملازم نے اگر پوچھا۔
 "نہیں فکر ہے، ہم ناشاکر چکے ہیں" یہ مید بولا۔
 ملازم تصویر کی طرف بنور دیکھے جا رہا تھا۔
 "کیوں...؟ کیا اس تصویر میں کوئی خاص بات ہے؟" حیدنے
 اُس سے پوچھا۔ اور وہ چونک پڑا۔ پھر کلاکر بولا۔ "جی... بھی... ن
 ... نہیں تو...؟"
 حیدنے فریدی کی طرف دیکھا، جس کے ہنوثوں پرعنی خیز سی
 مسکراہٹ تھی۔ وہ چلا گیا۔ فریدی نے حیدن سے کہا۔ "میں سنبھال کوئے
 جاؤں گا۔ تم پچھلی پر مکنا میرا خیال ہے کہ وہ اس تصویر کے متعلق کچھ
 نہ کچھ ضرور جانتا ہے؟"
 "میں دیکھ لوں گا" یہ مید بولا۔
 تقریباً پندرہ یا میں منت بعد سنبھال پھر رانگ روم میں
 داخل ہوا۔
 "میں بے حد شرم زد ہوں" اُس نے کہا۔
 "کوئی بات نہیں..." فریدی نے کہا۔ "کیا آپ چل رہے ہیں میں
 ساتھ...؟"
 "مجی ہاں..."
 وہ باہر آئے۔ ڈرائیور نے گائی نکالی۔ اتنے میں اسکے بھی تیزی
 سے اُن کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔
 "اوہ..." سنبھال پڑلیا۔ یہ حضرت مجھے لاش مزروع دکھائی
 گے۔ بیرون خدا۔
 بہر حال اُسے لاش دیکھی ہی پڑی تھی اُس کے بیان کے مطابق
 مرنے والا اُس کے پیسے ہبھی تھا۔
 پھر فریدی اُسے اپنے ساتھ لے گیا تھا اور حیدن وہیں رُک گیا تھا۔
 وہ پھر کچھ اُنہیں داخل ہوا۔ سارے ملازمین دوبارہ باہر آگئے تھے۔
 حیدن نے اُس ملازم کو ایک طرف بیلایا، جس سے تصویر کے متعلق
 گفتگو ہو گئی تھی۔
 "تم تو کوئی نہیں کیا کہ اُس نہیں سنبھالی تھی؟" حیدنے اُس
 سے پوچھا۔
 "نہیں صاحب..."
 "کبھی تھا کہ اُس نے کیا تھا اور حیدن وہیں رُک گیا تھا۔

”ہم کیوں کی تلاش میں جا بے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہ وہیں رہ گیا
جہاں تم نے پہلی لالہ مانگ مار کر اسے گلیا تھا۔“

”لیکن اس وقت شاید ہی بیسی اس جگہ کی نشاندہی کر سکوں؟“
”دیکھا جائے گا۔“

کچھ دیر بعد فریدی نے ایک جگہ گائی روک کر کہا۔ ”بھی جگہ تھی...
یہاں تر کریں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔“

”لہذا آپ پھر یہیں آتے جائیے گے۔“ حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ ”میں
تھی آگے بڑھ لئے جا فل گا۔ آپ پیدل جل کر وہاں پہنچنے کی کوشش
بے، جہاں فیں نے اُسے مانگ ماری تھی۔“

”بھی کروں گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”او۔ گائی سے آتے گیا۔
”دوڑتے ہوئے جائیے گا۔“ حمید نے اسٹینگ سنبھالتے ہوئے کہا۔
میں آگے بڑھ گئی۔ حمید کو حق رہا تھا کہ پہلے ہی موڑ پہ تو اس نے بھی گائی
موڑی تھی، سیکھ توڑی نہیں کہ وہ مسح مقام بیک پہنچ ہی جائے۔
بہرحال اس نے پہلے موڑ پر گائی روک دی اور اندازے سے
لپڑا فریدی کی دکھلی عیا مگر وہ ابھی دور تھا۔

جمیں نے ایک جگہ چھر کے نکڑوں پر خون کی چینیں دیکھیں اور
کر قرب و جوار کا جائزہ لینے لگا۔

اتھے میں فریدی بھی قریب آگیا۔

”پہلی خون کی چینیں ہیں ہا۔“ حمید نے کہا۔
فریدی بھی جمک کر دیکھنے لگا۔ پھر خوڑی دیر بعد بولا۔ ”وہ یہیں جیسا
گا، لیکن... ناچھلہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔
حمد، اس کا انہماک دیکھ کر جھنگلا گیا۔

”آپ سوئی تلاش کر رہے ہے ہیں یا کیمرا...“ اس نے کہا۔
”ہو سکتا ہے، کچھ...“ اس نے پھر جملہ ادھورا جھوڑ دیا۔
وہ اس پاس کی زمین کو بغور دیکھتا پھر رہا تھا۔ ایک بار حمید
کے اسے کچھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ وہ اس سے دور کر رہا تھا۔ ”وہی سفید
لی چینز تھی۔“

”کیا ہے...؟“ اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔
”ایک وزینگ کارڈ...“

”چلیے کچھ جھاؤ...“ حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
”ضروری نہیں کہ یہ مر نے والے ہی سے لفڑی رکھتا ہو۔“ فریدی
ریٹینگ کارڈ پر نظر جھائیے ہوئے بولا۔ لیکن اس کی حالت بتاتی ہے کہ یہ
وہ عرصے سے بے پہاں نہیں پڑا رہا۔

”حمد نے سمجھا اُسے دیکھا ہے کہیں بروں جنگنگ کے کاوز ٹینگ کارڈ تھا۔“

گفتہ بھی تھی۔

”فیصلی ڈاکٹر کو فون کر دو۔ بھرنہاں کی حالت بھی بچکار رہی ہے۔ یا محمد نے اس سے کہا۔ اور اس کے ساتھ چلنا ہوا اس کے نیک آیا، جہاں فون تھا۔ ڈاکٹر کو فون کر چکنے کے بعد ملازم اس کی طرف تراویہ میں صاحب کو لکھا ہوا ہے؟ اس نے جیسے پوچھا۔

”تم نے چینیں سئی تھیں؟“

”جی ہاں...“

”لیکن تم میں سے کوئی بھی وہاں نہیں پہنچا سکتا؟“

”حکم نہیں ہے۔“

”میں کا حکم...؟“

”سماں صاحب کا، انھوں نے کہہ رکھا ہے کہ جب تک میں خود نہ بلاؤں کوئی میرے کرے میں نہ کئے، خواہ کچھ بھی ہو رہا ہو یا۔“

”کیا پہلے بھی کچھ چکا ہے؟“

”نہ کرنے والا ہی جواب نہیں دیا۔ چہرے پر چکچا ہٹ کے آثار تھے۔“

”مل کھو، دُر نے کی ہمدردی نہیں۔... تم جو کچھ بھی بتاؤ گے، اس کا علم تمہاری میں صاحب کو نہ ہو سکے گا۔“

”صاحب وہ کہی بار اس طرح چیخ پھیلیں۔ لیکن پہلے بھی صاحب اپنے موقع پر موجود نہیں رہے۔ ہمیں حکم تک اس کا ذکر و صاحب سے بھی نہ کریں۔“

محمد بخوبی دیتے ہو چکار ہا اور پھر روزا کے کرے میں فاپس آ گیا اب وہ ایک آلام گستی پر نہ صل سی پڑی تھی اور فریدی اُسے دیکھ جا رہا تھا۔ بھرنہاں سر جھکاتے ہوئے خاموش بیٹھ رہا تھا۔ مگر سک فضالی سی بھی تھی، جیسے اُن میں سے کوئی بھی دیتے ہے جلاں ہو۔

”دفعتاً فریدی اُستاذِ الابالا۔ اچھا سر نہا اب اجازت چاہوں گا۔“

”میں یہ حد تک گزار نہوں، کریں۔ آپ سے رابطہ قائم رکھوں گا۔“

بھرنہاں نے اُن کو مصافی کے لیے ہاتھ پڑھاتے ہوئے کہا۔

”اس نے محمد سے بھی گرم جوشی کے ساتھ مصافی کہا تھا۔“

”وہ دونوں باہر آئے۔ فریدی خاموش تھا۔ سکن سڑک پر نکل آئی۔“

”بھی دیتے ہو چکار ہا کہ آج کا دن تو بوریتکی تدریب ہو ہی چکا ہے۔“

”اب کیا کیا جائے۔۔۔ پھر دفعتاً اس نے محسوس کیا کہ آگری شہری آبادی سے بہت دور نکل آئی ہے۔“

”آج فوہ... اب کہل...؟“ اس نے بول کھلا کر کہا۔

”فکر نہ کرو۔ ستاشتا تو کہا چکے ہو، لمحے میں ابھی دیتے ہے یا۔“

”بولتے ہے تو جی نہ اگلائے یا۔“

فریدی سر کو خفیت ہی جنش دے کر سکلا یا۔۔۔ محسوس وہ دشیلہ پر تھیں۔

وہ کس پریسے خالف ہے؟
”کوئی نفسیاتی وجہ ہو گی؟“

”خلا جانے میں بہت پریشان ہوں۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔“
کبھی ماہر نفسیات سے مشورہ لیجئے یا فریدی نے کہا۔
دفترِ تعاونت کے اندر قلندر خلوں سے ایک نسوائی چیخ اُبھری۔
پھر پہلے کہی جنہیں سُننائی دیں لیکن آواز ایک ہی تھی۔

ادہ... ادہ... مسرنہا بولو کھلا کر اٹھا، لڑکھڑایا اور گرپڑا۔ جمید اُسے
اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ اتنی دیر میں فریدی دوسرا نگرے میں
ہنچ چکا تھا۔

جمید نے اُسے اٹھایا اور بولو کھلاتے ہوئے لہجے میں بولا: ”دوڑیے
دوڑیے... وہ بے بی کی آواز تھی“

پھر مسرنہا نے روزا کے مکرے تک اُس کی رہنمائی کی۔ فریدی وہاں
پہلے ہی ہنچ چکا تھا۔ جمید نے دیکھا کہ وہ خاموش کھڑا ہے اور روزا بستر پر
اوندھی پُری بُری طرح کا نپ رہی ہے۔

”بے بی، بے بی...، مسرنہا، اُسے جھنجور کر بولا۔ مگر کہا بات ہے...؟
کیا ہوا...؟“

روزا کچھ نہ بولی۔ اُسی طرح اوندھی پُری کا پتھر رہی۔
”ارے، کچھ بتاؤ بھی بیٹھی؟ کیون جنگی تھیں؟ میرے خدا میں دل
کا مریض ہوں، کہیں میرا ہماری فیل نہ ہو جائے۔ صحیح آنکھ کھلنے سے لے کر
اب تک جھٹکے ہی جھٹکے لگتے چلے جا رہے ہیں، میں کیا کروں؟“ مسرنہا
روہنسی آواز میں کھنڈار ہاں رحم کر دیجھر پر۔ کچھ منہ سے بتاؤ بھی تو...
کرنل آپ بتائیے؟“

”میں کیا بتاؤں، جناب؟“ فریدی نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ میں نے
بھی انھیں اسی حالت میں پایا تھا۔“

”بے بی، مجھ پر رحم کرو۔ مردم کرو۔“ مسرنہا دونوں ہاتھوں سے بیان
پھلو دبلائی گئی پر میٹھ گیا۔ اور فریدی سے بولا: ”دیکھیے، میرے پیر کا نپ
رہے ہیں۔ یہ علامت ہے اس کی اب میں کچھ دونوں کے لیے پڑھاؤں گا۔“

”کیا میں آپ کے فیملی ڈاکٹر کو بلوادیں؟“ فریدی نے پوچھا۔
”یقیناً... میں شکور ہوں گا۔“ مسرنہا مضمحل سی آواز میں بولا۔
”کون ہے...؟ فون نہر بتائیے...؟“

”کبھی بھی نوکر سے کہیے گا۔ وہ ٹوٹ کر دے گا۔“

”جمید جاؤ...“ فریدی نے جمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
جمید، روزانہا کو پرتوشی نظروں سے دیکھتا ہوا کمرے سے چلا
آیا۔ سب سے پہلے اسی ملازم سے ملاقات ہوئی، جس سے تصور کے متعلق

لے کر بیٹھا ہے۔ اس کا امیر بھی بتاتا ہے کہ زبان بھجوئی
تو پھر جل نہ سکے گی۔

”سمجھ میں آئے لگا عورتوں کا امیر...“

”کب نہیں آتا تھا؟“

”یعنی عورت کے دل کی گہرائیوں میں جانشکنی کا سلیقہ نہیں ہے۔“
”دل کی گہرائیوں میں خون کے علاقوں اور کچھ نہیں ہوتا۔“
”جلیسے ذہن کی گہرائی ہے۔“

”حسب ضرورت جمانگ لیتا ہوں۔“

”میرا مطلب ہے... جذبات کی تھیں...“

”جذبات کی تھیں...“ فریدی نے حیرت سے کہا۔ تم یعنی کوئی بڑا
تیر مارنے والے ہو... جذبات کی تھیں ماہر من نفیات کے لیے چون کا دینے
والی ہوں گی۔“

”مراد یہ کہ محبت...“

”شط امیر...“

”نکن سر نہیں کی کوئی کی پاؤں میں داخل ہو رہی تھی۔ پورچ میں
خود سر نہیں گاڑی کھڑی نظر آئی۔ وہ روزا کو سہارا دے کر نیچے آمار رہا تھا۔
”کیا تم روزا سے کیپنِ حمید کی حیثیت سے بٹھتے ہیں؟“ فریدی نے پوچھا
”ہاں، کیوں...؟“

”کچھ نہیں...“

”نکن بھی پورچ تک جا پہنچی فریدی نیچے آتا۔ یعنی حمید گاری
ہڈیں بٹھا رہا۔“

”آپ کو بھی تکلیف ہوئی، کنل صاحب یا سر نہیں نے کہا۔
”کوئی بات نہیں یا فریدی بولا اور حمید کو اشارہ کیا کہ وہ بھی گاڑی
سے اترے۔“

”سر نہیں، انھیں ڈرائیور روم میں لاایا۔“

”جیسے نہ محسوس کیا کہ روزا پہنچے ہے بھی زیادہ خوف زدہ نظر
آ رہی ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ آپ آرام کریں یا فریدی نے اس سے کہا۔
”نجھ بھی مل...“ وہ پونک کر جوں شکریہ...“

”ھٹھی اور اندر چلی گئی۔ انہوں ایسا ہی تھا، جیسے حمید بھی اس کے لیے
پاکل اجنبی ہو۔“

میری کجو میں نہیں آتا۔ ہم سنبھالنے کے لئے اور سی آواز میں کہا۔ آپ
کسی صور کا مذکورہ کر رہے تھے، لیکن وہ کہتی ہے کہ میں سرچکرا یا لٹھا اور فو
گر پڑی تھی اور ہوش آنے پر ایک اپناتانسا خوف محسوس کیا تھا، جو بُصتا
آیا۔ سب سے پہلے اسی ملازم سے ملاقات ہوئی، جس سے تصویر کے متعلق
کسی بھی توکر سے کہیے گا۔ وہ قُوٰں کر دے گا۔

چکیلا در خودخوار... پانچ ریکشن اسٹریٹ میں رہتی ہے پھر کلاغیاں جاتی ہیں
”پکنے نہیں، آؤ جیں...“
وہ گلزاری میں آبیجھے۔ حمید نے اپنی اور روزا کے ملازم کی
ٹنکھوک کے تھانے بیانا شروع کیا۔

”شند کے بغیر وہ کچھ نہ بتائے گی“ فریدی نے کہا۔

”کیا اس کے پیسے کوئی قانونی پہلو موجود ہے؟“ حمید نے پوچھا۔

”بھی تو دشواری ہے کہ ایسا نہیں ہے یا فریدی بولا۔“

”حمد تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا!“ اُس لاش کا گماہ ہوا،

جو...“

”اُس کی تصوریں جلانے جلد حاصل کرنے کی کوشش کرو... روزا

لاش نہیں دیکھ سکتی، لیکن اب اُسے اُس کا علم ہو پہی گیا ہو گا رہا،

کوئی لاش بانی تھی؟“

”آن آپ کو اُس پر کس بات کا شبہ ہے؟“

”میں کہہ پچاہوں کو دعویٰ کر دیوں کے ماتحت بھی تھی؟“

”آن شبہ اُدیوں پر کس بات کا شبہ ہے؟“

”غیر مختلف الشع معاملات ہیں؟“

”بہر علی، آپ بتانا نہیں جاتے؟“

”تم جاتے ہو کہ جسٹیک خود کی خاص نیجے پر نہیں بینج جاتا...“

”نیجنہیں کھولتا“

”مختق دیر سے گی کبھی خاص نیجے پر نہیں مبنج مبنج جاتا...“

”بچا سوت کرو“

”شہر میں کفریدی نے گائی ڈھمکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔“

”فہرست کو دیکھ کر بلند آغاز میں سلام کیا اور بولے“ نیا خطہ دیکھا،

جب وہ کہنے دیں داخل ہوئے تو نہیں تھے... پیکن ان کا چیلاؤ بھی کم نہیں تھا۔

”بھری، ہوئی گول دار می تھی... اور آنکھیں سچ مخنوخوار بھی کہی جاتی تھیں...“

”فہرست کو دیکھ کر بلند آغاز میں سلام کیا اور بولے“ نیا خطہ دیکھا،

آپ لوگوں نے... باپ کبھی سیدھی لکھ نہیں کھینچ سکا... اور صاحبزادے

”مصوتوں فرمائیں گے؟“

”پھر ملازموں کو لکھا را ڈھیر کر کے آگ نگادو،“

”مگر اس میں ان کی مصوتوں کا کیا قصور...؟“ فریدی نے مکار کر کہا۔

”تو کیا آپ نے اس... کی بات پہنچیں کر دیا ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ ان کا بیان علط نہیں ہے میں لڑکی کے بھی

پوچھ پچاہوں، اُس کی بے ہوشی میں ان کا کوئی قصور نہیں...“

”مرستہا سے میرے بڑے بچے تعلقات ہیں“

”وہ اچھے ہی نہیں گے، خاہر ہے کہ لڑکی کی قسم کا جھوٹ بو نہیں“

”تیار نہیں، بس وہ کسی چیز سے خلاف ہو گئی تھی“

”کس پیزی سے خلاف ہو گئی تھی؟“ عالم صاحب لے داڑک رقام

سے پوچھا...“

”شانسکی ایسی تھی... بات میں نے قہا کیا ہے؟“ قائم نے آسین

چڑھا کر آنکھیں نکالیں۔

”تمہیں شرم نہیں آتی، ایسی شریعت یوں کو دھوکا دیتے ہوئے“

حمد نے کہا۔

”اب تم کی بھی بھی آن سکے۔“
”مکن ہے، مکن ہے“ فریدی نے اپنے گلہار کا مذہب کیا دیکھ رہے ہو...“
”کاغذ آگ...“

”میرا خیال ہے کہ ایسا نہ کہیے“ فریدی نے کہا۔ ”شقق کے لیے کہ تو
ہونا ہی چاہیے“

”یعنی مصوری... آپ بھی مکمل کرتے ہیں... یعنی مصوری ہے؟“

”تجھی مصوری کہلاتی ہے“ حمید نے کہا۔

”یہ کیا ہ حق ہے؟“

”بس ایسی ہی حق ہے“

”نہیں صاحب... ابو و لعب کی حوصلہ افزائی کرنا نیمیے بس
سے باہر ہے“

”آپ کی مرمنی...“ فریدی نے کہا۔ ”اوہ فرموں کو آگ سکانی جانے
لگی۔ قائم دوسرا طرف نہ پہنچے کھا بسورتارنا۔“

”جب سارے فرموں نے آگ پکڑ لی تو عالم صاحب نے فریدی
کی طرف معاونگ کے پیسے باختہ بڑھاتے ہوئے کہا۔“ اچھا مجھے احانت دیکھیے“

”معافی کر کے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے... اور حمید، قائم کی طرف
تو بچہ ہو گیا، جو ہونوں ہی ہونوں میں کچھ بہانہ باتا جاتا اور یورایہ ہی تھے،
بیسے کہہ رہا ہو۔“ لہجی بات ہے نہیں بھی دیکھوں گا۔“ لیکن کیا کیا جائے۔

”صدر گھر ہے“ حمید لٹھنڈی سانس نے کر بولا۔ ”لیکن کیا کیا جائے۔“

”بھری ٹھہرے... ایسا باپ تو خدا کتے کوئی نہ عطا کرے“

”عالم صاحب کی گاڑی چالاک سے گزر کر نظرؤں سے اچھل چکی تھی۔“

”پلوانہ دچو... درہ قم سے یہ آتش بانی زد بیکھی جلتے گی“ یا حمید

نے قائم کی کر تسبیب تپار کپیا بھرے لہجیں کہا اور قائم نے کسی تیز مزانج اور
پیڑی ٹورت کے سے املاز میں اُس کا نامہ جٹک دیا۔

”بھی... تھاری بیگم سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنے ہے“ فریدی نے
قاوم کے کہا۔

”پوچھنے خود پوچھے جا کر میں کچھ نہیں جانتا۔ لانت ہے... ایسی
نہیں کہ...“

فریدی بڑے صیال میں کر کے براہمیے میں آیا، جہاں اُس کی بھی

طھری فرموں کے جنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ ہونوں پر شرات آیز مرگاہت

تھی اور آنکھیں بچک ہی تھیں۔

”یار صبر کرو یا حمید نے پھر قائم کو پھیڑا۔“

”کاہنے کا ہے کام بر کرو“ ایک بات ہو تو...“

اسے ہر معلمے میں سر پر جوار... میں کیا جانوں سالی کیوں در گئی تھی؟“

”وہ تو کوئی اور ہی پچڑا ہو گا“ حمید نے بلند آواز میں کہا۔ اتنی بلند آواز

90

”میں کہ قائم کی بھی بھی آن سکے۔“
”مکن ہے، مکن ہے“ فریدی نے آنکھیں نکالیں۔

”اب پر تم بالو پاہو بے بھوٹ، ہوتے والی کھانہ مکن نہیں ہے کہ تم
نے اسے اپنے طیار شادی شدہ ہونے کا بیان دلایا ہو، جنت کی پیشیں برسیں

ہوں اور پھر جس وہ پہاں آئی ہو اور ہوئی ہو تھاری بیگم بے مدیر ہے...“

”ابے تو ایسے میں بے ہوش نہ ہو جاتی تو اور کیا کرتی؟“

”قاوم نے بوكلا کر بھی بیٹھ دیکھا،“ سر جھک کئے فریدی کے سامنے کھڑا ہوا

سوال کا جواب دے رہی تھی۔ پھر دانت پہیں کر آہستے اولاد پر...“

”مردوں کیوں میرے بچھے پر گیا ہے۔ اب کیوں کوئی سونا نصیب نہ ہو گی؟“

”یہ بات ایسی تھی کہ تو مجھی نہیں شاید بیگم صاحب کو“ یا حمید نے کہا۔

”اور مسلم اگر تھے تو سماں کے ساتھ بھاگنے کے لئے کھڑا ہوا۔“

”کیوں نہیں گئے بیٹھنے میں تھے؟“ فریدی نے کہا۔

”ترستے تو میں تھے تو نہیں تھے...“ اسے ہرگز میں تھے تو نہیں تھے۔“

”بھی کہا کہا تو نہیں تھے...“ فریدی نے کہا۔

”آج چایہ بتاؤ، لڑکی کسی تھی؟“ حمید نے قائم سے اہمیتی سے پوچھا۔

”قاوم چند لمحے اسے ٹھوٹ تار پا پھر بولا۔“ تم مسلم اگر تھے تو غماز ہو۔ میں اپنی

کا جواب دینے تھی۔“

”آج چایہ بتاؤ، لڑکی کسی تھی؟“ حمید نے قائم سے اہمیتی سے پوچھا۔

”قاوم چند لمحے اسے ٹھوٹ تار پا پھر بولا۔“ تم مسلم اگر تھے تو غماز ہو۔ میں اپنی

جواب دینے تھی۔“

”تمہارے معیار سے مطابقت رکھتی ہے؟“

”قاوم صرف ہونوں پر زبان پھر کر رہا گیا۔ فریدی اور قائم کی بھی

بہاءudی ہیں اُسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔“

”میرا خیال ہے کہ اُس نے تمہیں کہیں دیکھا تھا اور عاشق ہو گئی تھی۔“

”میں قائم کی آنکھیں بھی سچیں تھیں۔“

”اسے نہیں... ہی ہی اسی...“ قائم کا متودیک لخت بدلتا گیا۔

”مکن ہے، مکن ہے“ فریدی نے آنکھیں نکالیں۔

”آئی اور ایک رات بھی تمہارے ساتھ گزار گئی، میں تم رہے بدھو کے بڑھو“

”تھیں...“ قائم کی آنکھیں حیرت سے چلی گئیں۔

”یہی قطبی اس قابل نہیں ہو کر آئندہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں؟“

”91“

جانا تھا کہ وہ نیا گرا کے نہیں۔ دوسری طرف سے کسی نے جواب دیا۔ بی۔

بیل دے بکودیں ہو لئے آنے کیجیے،
پچھے دیر بعد فریدی کی آواز آئی: "محمد کھل ہو؟ میں نیا گرا سے بول
رہا ہوں... پہنچ آجاؤ؟"

اس کا انتظار کیے بغیر دوسری طرف سے حملہ منقطع کر دیا گی۔
حمدی کیسی میں نیا گرا پہنچا اور باہر ہی سے اندازہ کر لیا کہ پہلی بی
کوئی غیر معمولی واقعہ ٹھیں آیا ہے کیونکہ کچھ اُنہیں کسی پہلیں دین کھڑی تھیں۔
ایک دیگر کا بھی تھی۔

وہ انہیں آیا۔ دُانشگ طالبین ایک بیرے کی لافت نظر آئی۔ فریدی
دوسرے بیوں سے پوچھ گئیں مصروف تھا۔

حمدی پہنچ چل اُس کے قریب جا رکا۔ وہ مُڑا اور حمید نے ہترہ
سے پوچھا اور کیا ہر اپنے اپنی آئی؟"

"کی مطلب...؟ فریدی اُسے خورتا ہوا بولا۔

"مطلوب یہ کیا لاش کے ہاتھ میں کیا احتبا؟"

جب علوم ہے تو کیوں دماغ چاٹ رہے ہو؟ اُس نے خوشگوار
لیجھیں کہا۔ اور پھر بیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حمدی اُس کے قریب اک اُس کا جائزہ لینے لگا۔ اُس کا ہاتھ بھی
پکھا اسی انداز میں اٹھا گا، جیسے کی کو کچھ دینا چاہتا ہو۔

حمدی نے سُٹی بھالنے کے سے انداز میں ہونٹ سکونے اور دم بخود
رہ گیا۔ فریدی اپنی تنگانی میں بیوں کے بیانات درج کر رہا تھا۔

تقریباً اُسکے بعد وہ حمید کو باہر چلنے کا اشدارہ کرتا ہوا خود بی
صلہ دعاویز کے طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔

وہ دو فوٹ کیا وہیں ہیچ کر رکھنے۔ فریدی ہاتھ میں ہیں کیا ۱

یہ ہوتے تھا بھلی رلت کوئی نا عمل اور اُس سے جبکہ تھے کیا تھا۔

حمدی لے اپنی جیب سے وہ خط نکالا، جو اسے کیفے والی لاش کے
ہاتھ سے ملا تھا اور اُس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ یہ پہلی لاش نہیں تھی۔

فریدی نے خط پڑھ لینے کے بعد تولی سانس میں اور بولا۔ وہ اس
حد تک نہیں توجہ سکتا تھا۔ خیراب پوسٹ مارٹم کی روپریں دیکھنے

کے بعد ہی..."

خیل پورا کیے بغیر وہ خاموش ہو گیا۔ آنکھیں گھری سوچ میں ڈوبنی
ہوئی تھیں۔

"کیا کیمرے میں نہم موجود ہے؟"

"تماں سوال احمقانہ ہے، میں یہ حقیقت ہے کہ اس میں فلم
موجود ہے۔"

"پھر کس لے لے گئے تھے؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

لائفے کے سعلوں کو کھا جائے۔

"تمہیں کام کہتے ہو؟" میں اُس سے بوجملہ

"بی! میں جناب! میں باعثی ہوں!"

"وہ خط اُسے کس نے دیا تھا؟"

ایک لڑکی دوسری طرف سے باصپی خانے میں داخل ہوئی تھی۔

اور اُپ کی طرف اشارہ کر کے پوچھا تھا کہ ان کے آرٹسٹک تعیل کون کرے

گا؟ توفیق بولا۔ میں... تب اُس نے پس سے غاذ کال کر اُسے دیا
اوکھا کہ اُپ کو مدد دیا جائے۔ ایک روپری غشش بھی دی تھی۔"

"وہ کتنی دیر تھی تھی؟"

"بی! میں غاذ دے کر جبکی تھی ہی۔"

"خطبہ بتا سکو گے؟"

"بی! صاحبِ جوان تھی۔ بھی ٹھیک تھی۔ بی! میں... گوری نگت۔"

پہلی سائی پہنچ تھی۔ بلا ذرخ تھا۔ بی! میں... نیلامی تھا۔ بلکہ نیلا۔...

"پہنچ بھی تھی دیکھا تھا، اُسے...؟"

"بی! نہیں..."

خطبے کے سلسلے کا انچارج وہاں ہیچ کا کھانا۔ حمید نے اُس سے

کہا کلاش کے ہاتھ میں دبے ہوئے لائفے کا خاص خیال رکھا جائے۔

وہ ممانع نہ ہوتے پاتے۔

کچھ دیر بعد لاش کی تصویریں بھی لی گئیں اور جب وہ اپنال

لے جائی جانے لگی تو غافل حمید کے ہاتھ لگا جس کے اندر سے ناپ کیا

ہوا۔ ایک پرچا برمد ہوا۔ چار گیریں... مضمون کے نیچے چار گیریں نظر

آئیں۔ تین تو اور ایک اور ایک انھیں دریاں سے قطع کرنی ہوئی۔

حمدی نے مضمون پر نظر ڈال۔

خواہ خواہ ٹانگ اڑانا بھی عادت نہیں ہے۔

سارگم لوگ بازدھ آئے تو ایسے ہی درجنوں لائفے تھیں

پہنچیں گے اسی حساب سے لاشوں کی تعداد کا اندازہ

بامانی کیا جاسکتا ہے۔ تھمارا کیم ابھی کسی لاش ہی کے تو سط

سکھنک پہنچ جانے گا۔

"زبردست فلٹی... وہ زیریں بڑیا یا... وہ سوچ رہا تھا کہ جائے

واردات پر فریدی کی وجہ دی مذوری تھی۔ اس سے پہلے لاش ہٹالی، ای

نہ جانی چاہیے تھی۔ کیفے سے پہنچنکل کا اُس نے ایک پیلے پیون پوچھ

سے فریدی کے بذریعہ کیے، وہ گھر پر وجود نہیں تھا۔ ایک دوسری لفڑ

سے الٹاٹھ ملی کہ جی بھی اُس نے قوں کر کے کہا تھا کہ اگر حمید کی کوئی کال

آئے تو اسے تین چار دو چھوٹوں پر رینگ کرنے کو کہا جائے۔

حمدی نے انھیں نمبر پاس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ وہ

"کیا کیمرے میں نہم موجود ہے؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"بھروس لیے لے گئے تھے؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"93

"کیا مطلب...؟ یعنی کہیں...؟"

"بانک اسی وقت سے جمعیت... فریدی نے کہا اور گاڑی سڑک

کے کنارے نگاہ کھڑی کر دی۔

"سوال یہ ہے کہیں جاؤں گا کہاں؟" حمید گاڑی سے اٹھا جاؤں۔

"جہنم میں...، فریدی نے دروازہ بند کرنے ہوئے بولا... اور

گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

حمدی نے جیب سے رومال نکالا اور اسے بیٹانی برپہنچتا ہوا...

چاروں طرف نظر دوڑانے لگا، لیکن اس پاس... کوئی تھیک بھی نہ دکھائی

دی۔ سامنے ایک ریسٹوران تھا۔ اُس نے سڑک پارکی اور ریسٹوران میں جا

بیٹھا۔ ہر چار رہا تھا اور روزے ملنے کی کیا صورت ہوئی اور وہ اُس سے

کچھ معلوم بھی کر سکے گا یا نہیں۔ اُس کے ایک ملازم نے جاریکروں کے

متعین اسے بہت کچھ بتایا تھا۔ لیکن اُس نے اسے سر لے سے مخفی قیمتی

قرار دیا تو کیا ہو گا؟... اور وہ تو پہلے بھی سے کہتی رہی تھی کہ وہ اپنی بھائی کے

کو جب نہ ہو جانتی تھی۔

ویر کو جانے کا ارادہ کر کر پانچ بیانوں پر بھرنا ہے۔

ویر نے جانے لائے میں ہیں نہیں تھے، لیکن میز پر پڑے رکھتے

ہی جنگ مارکہ ڈھیر ہو گیا۔

آہا... بانک بانک... قائم خوش ہو کر بولا۔" سچھ ہے، میں

اگر آتا ہوں۔"

"میرے ساتھ نہیں...، حمید نے جلدی سے کہا۔ تم اپنا سامانے

کر پنی گاڑی سے جاؤں، میں وہیں مل جاؤں گا۔"

"اچھا، اچھا۔ یہ بھی سچھ ہے... ورنہ یہ سال...، قائم جملہ پورا کیے

بنیاں نہ چلا گیا۔

فریدی اپنے گھر تھا۔ حمید نے اسے پورچ کی طرف آتے دیکھا۔ قریب

اک اُس نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

حمدی گاڑی میں سیٹھا ہوا بڑیا یا۔ اب بتا نہیں کہاں کہاں گھبٹتے

پھریں گے؟"

فریدی کی جھنڈا بولا۔

"میں آج جل کام کرنے کے موڑ میں نہیں ہوں یا حمید نے کچھ

دیر بعد کہا۔

"افسوں نک خبر ہے؟"

"کم از کم ایک ہی بھنس کے لیے بخشن دیکھے۔"

"بشرطیکہ تم اس عرصے میں روزا کو بخشنے پر مجبور گر کو۔"

"بلیں ہوں کی طرح دھمکنا شروع کر دے تو میرا ذمہ...، حمید خوش

ہو کر بولا۔

"اچھا، گاڑی سے اُتر جاؤ۔"

فریدی کہہ دل بل پھر و خاموشی سے لکن میں جاہیٹے۔
خالی حکت میں ہمی تو مجید نے پوچھا۔ آپ بیان کیوں نہیں تھے؟
تلہبہ بنے مجھے کیرس کی تلاش تھی۔ فریدی نے کہا۔ سیر اقبال تاکہ
دہلی لست نہیں، ہمیں چھاڑایا ہو گا۔ اور وہ بھائی نے الاغلی ہاتھ
کی ہداں سے نکالتا۔

میڈ کپہ دیر بعد بولا۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری کڑی ہزاری
کر رہے ہیں۔

”ہمیں سماطر ہو یہ فریدی نے وندسا کریں پر نظر جانتے ہوئے کہا۔
”کیرا کیوں جیتا گی تھا؟“ مجید بڑی براہ پھر والپس کیوں کر دیا گیا،
وہی اسی طرح لوڑو۔؟“

فریدی کچھ دلولا۔ اس کے ہونٹ سپنچ ہونے تھے اور پلکیں

چکنکے بغیر سانے دیکھ رہا تھا۔ لیکن سُننا سڑک پر دوڑی تھی۔

شہر سے نیگرا یا نیگرا شہر پہنچنے کے پیے ایک بولی ویلانہ

ٹکنپڑتا خاہنہ فریدی نے ایک جگہ سنن روک دی۔

حد نظر تک کوئی دوسرا ہماری نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ نیچے اُتلیا
اور کچھ کے کو اس طرح مانع تھا۔ لیکن تیز فردا ری سے آگے بڑھ گئی۔

دوسرے آغاڑت بھی بیش آسکتے تھے۔ فریدی بولا۔ ”کیرا جماں“

نونھے سے الفاقاً تک کچھ دھما کا پیدا اکر سکتا تھا۔

محمد کپہ دلولا۔ قبوری دیر بعد وہ کاظن ظریفی فریدی نے دونوں
کاروں کے درمیان کافی فاصلہ برقرار رکھتے ہوئے تعاقب جاری رکھا۔

”ہو سکتا ہے جناب اود کوئی راہگیر ہو اور وہاں اس دیرانے میں
خلی لگڑی ٹھہری دیکھ کر اڑ پڑا ہو۔“ مجید نے کہا۔

”امکانات نہیں ہیں۔ بہترے لوگ اپنی گائیاں سڑک پر چوڑ کر پیش
کرنے نشیب میں اُتر جلتے ہیں۔“

”ارے تو کیا بھم دونوں پیشاب بھی سا تھی کریں گے؟“

”نمچے کوچنے دو، پچھر دیر خاوش رہو۔“

مجید بڑی بیں فلم نکلتے کے یے اسے مکونے کی کوشش کرتا۔ وہ
دھماکے کے ساتھ چٹ جاتا۔ فریدی نے کہا اور جیب میں سچاروں نے

لگا پھر دفتا بولا۔ یہ دھماکا دو دو دن تک سُننا گی ہو گا۔ میرا مطلب ہے،
نیگرا والوں نے اسے ضرور سُننا ہو گا۔ نیچے اُڑاؤ۔ وہ اپنے کارنے کا
پیچھو دیجھنے آئیں گے۔“

مجید نیچے اُڑا تو میک ایسا حسوس کی، جیسے کسی نامہ اور جگہ پر کھڑا ہو۔

چلنے کے لیے قدم اٹھانے لگا، جیسے پیر پھر کے ہوں۔ فریدی کے ساتھ
گھستا ہوا بائیں جانب ولے نشیب میں اُترنے لگا۔

سلئے جنڈی ہر یوں کی جو ایں تھیں، جن کے پیچھے ہینگ کر وہ
بآسانی سڑک کی نگرانی کر سکتے تھے اور انھیں سڑک سے دیکھانا جاسکتا تھا۔

تو فیدادس منڈ تک بڑی سُنک ہی بڑی بھجن بارگا کی طرف
حکت آئی ہوئی ایک کار دیکھنی دی۔

لیکن کے قریب ہینچ کر اس کی رفتادست ہو گئی تھی پھر اس
سے کچھ گئے بڑا کروہ ہی بڑک گئی۔ ایک آدمی دیاںور کی بیٹ سے اُڑ کر
لئکن کے قریب آیا۔ اور قبوری دیر تک اُس کا اندھا ہمارے جانے
لیتا رہا۔ اس کے بعد سڑک کے دونوں اطراف میں نظریں دوڑائیں اور

اب انھوں نے اُسے پھر اپنی لگڑی کی طرف والپس جاتے دیکھا۔

”یعنی اپنے گھٹیاں توں پر...“

”بھوک بھجے لفڑکاں نادیتی ہے۔“
”اب ادھوں کی بائیں کرنے لگے یہ فریدی مسکرا یا۔“

”شُب یاد لایا۔ سُنہ سے حادب میں بُودھو گواہ ہے؟“

فریدی کچھ بولتا۔ حیدر بخارا یا سیر امقدبی غلب ہے۔ اب جو

حال ہے میں افسانہ نگاری شروع کی تھی کہ یہ بڑی اسلامی۔ مل شام
نیڈو پر چند جفاوری قسم کے ادب، معہ ایک عالم مختصرہ اور افساد
کے انجام لالا کے اس باب تلاش کر رہے تھے۔ ایک بُرگوار بولے، جائسوی
ناولوں کی وجہ سے لوگ مistranslating اسے بے قطبی بنت رہے ہیں۔ محترمہ
حقدات سے ہنس کر بیٹیں اصیہ نکل بی اسکریپتی کا چرہ ہوتے ہیں۔

یہی نے حلیں کہا، محترمہ ہمارا معاشرہ ہی جب اسکریپتی کا چرہ بتا جا رہا
ہے تو پھر ہر ناول کی حلیں ہوں، ویسے ان جنادری ادھوں میں ایک
صاحب ایسکریپتی تھے، جو وہ اسکن ارٹنگ کے اندازیاں اور جان رنگ
کے طرز انتقادی نقائی کے جفاوری ادب بنے ہیں۔ بس یہی کہا پڑتا
ہے کہ اگر وہ خُدا کے دُجے کے قائل ہوں تو وہ انکی مغفرت فرمائے یہ
”کیوں دماغ چاٹ رہے ہو؟“

”ارے آپ کو ادب سے دیکھی نہیں...“

”وہی کوچنے دو، پچھر دیر خاوش رہو۔“

مجید پر واٹی سے شانوں و جنبش سے کرپائی میں تباہ کو جھنے

لگا۔ شہر میں ہینچ کر اگلی لگڑی ولے لے اسی حرکتیں شروع کر دیں جن
سے ناہر ہوتا تھا کہ وہ اس تعاقب کا علم رکھتا ہے یا اندازہ کرنا چاہتا
ہے کہ وہ تعاقب ہی ہے یا محض اتفاق...“

تعاقب بدستور جاری رہا۔ شہر میں پچھر دیر جگاتے رہنے کے بعد
وہ کار ایچل بیچ والی سڑک پر ہوئی۔

”کماں کم پڑھل ہی کاد صیان رکھیے“ حیدر بڑا یا۔

”فکر نہ کرو۔“ دو تین میں بھی کماں کم بارہ گیلیں پڑھل موجود ہے۔ بھلی
رات والی جو ٹٹ کافی عمر میں تک یاد رہے گی۔ اُڑاں کی لگڑی نہ ہوتی
شاید رات وہیں سڑک کے کنارے ہے ہی بس کر فی پڑتی۔“

”اب بُواس بُند...“

”ارے تو کیا بھم دونوں پیشاب بھی سا تھی کریں گے؟“

”نمچے کوچنے دو، پچھر دیر خاوش رہو۔“

”ارے تو کیا بھم دونوں پیشاب بھی سا تھی کریں گے؟“

”ارے تو کیا بھم دونوں پیشاب بھی سا تھی کریں گے؟“

گلشنیز کا لوٹی میں عائلہ دوڑی تھی۔ چانع طوف جھوٹے جھٹے
وہ شناہیت پھرے ہوئے تھے۔ اگلی لگڑی ایک بہت کے سامنے لگ گئی۔
ذریعہ کوئے والا نہ کر بند روانے پر مٹک دینے لگا۔

”اوپر روانے کھلا تو میک کوہری تاریخ کر رہی تھی۔“ ایک ہد
ٹھ اور پھر روانے کے اسکے سامنے سے بیٹھے دیا۔

”اوپر رچھرہ نہ ہو گیا فریدی نے لئکن ایک بہت ہی کے سامنے
روکی تھی اور اب اس نیز پر جھکا ہوا سکر سکارا رہا تھا۔“

”بس دیکھ لیا آپ نے... لب فرمائے؟“ میدنے لگنڈی سانش
کے کہا۔

”اوڑاں کا اندازہ بھی ہے کہ وہ پچھلے دو فانے سے دوڑی طوف
نکل گیا ہو گا؟“

”پھر اس بھاگ دُر کا مطلب...؟“

”یہ اُسے اپنی طوف پہچانتا ہوں، غالباً اس کی ماڈہ چڑیا خانے میں مقیم ہے؟“

”یہیں بھینپیڑی کی بات نہیں کر رہا یہ فریدی نے مٹھا کر کہا۔“

”خیر... خیر... اب چلتے کی کیا رہے گی؟“

فریدی نے لگڑی اگئے بڑھا لی ہی تھی کہ اسی بہت کے دروازے
سے آوانی۔ اب اسی بھی کیا رہے رہوں تھے...؟“

”انی سُرطی تو اسی تھی کہ غیر احمدی طوف پر مجید کوہری اسی جانب گھوم
گئی... اسکے پھر برقی اک بُر چک گئی... اور وہ کامپتی ہوئی آوازیں بُلے۔“

کیا وہ ہم سے ناٹھے ہے؟“

فریدی نے جاپ دی جاتے کہ جملے، لگڑی ہے،

”چھی اور وہ بھی مڑا... سورت دو فانے سے باہر آتی تھی۔“

”اوہ...“ فریدی اس تھرے سے بڑی بڑی آپ بھی ہیں؟“

سادھ پھر دلگڑی سے اُڑا یا۔ حیدر بخارا ہی رہا۔ بعد قریب آچکی

تھی ماتنی قُوبِ سورت عورتیں کم ہی نظر سے گوری ہوئی، کیا صحت تھی؟
احضان کئے متناسب تھے اور پھر آنکھیں، ہنک کے ہن چوکری بھول جائیں۔

غمکھیں اور نیس کے درمیان رہی ہوئی۔

”یوں چکے سے نکلے جا رہے تھے ہی سووت نے اسُد سہا اندازیا
ہی تھا جیسے ہموف اس کی پُرپنی شنا سا بکہے تکلف بھی رہی ہو۔“

”تمی سوچ بھی نہیں سکتا تھا یہ فریدی مسکرا یا۔“ اس طرح اچاہک
ملقات ہمیں بھی پکاشی پکاش...“

”نجمے بھی چالانی۔“ سورت کی مسکراہٹ بھی گویا شکایت
آیزی تھی۔

”اللہ...“ میدنے لگنڈی سانش تھی۔ دوپہر کے کھانے کا اُناب جوال
ہی بڑی رہی کیونکہ دوپہری نہیں تھی۔ کیا جانی چاہیے کہ

”دہنیا ہو سکے گی؟“

”بھے کھافتے ہی فریدی نے جھنگا کر پڑا۔“

”لماضی کی مہانت دیجئے؟“ بھے کوئی احتیاط نہ ہے۔

”بھکھا سمت کرو۔“

”لگنڈی پر جھنگی تھی شلوار میں کیسا نگول گا؟“

”از آئے جھنگیاں توں پر...“

”بھوک بھجے لفڑکاں نادیتی ہے۔“

”اب ادھوں کی بائیں کرنے لگے یہ فریدی مسکرا یا۔“

”شُب یاد لایا۔“

فریدی کچھ بولتا۔ حیدر بخارا یا سیر امقدبی غلب ہے۔ اب جو

حال ہے میں افسانہ نگاری شروع کی تھی کہ یہ بڑی اسلامی۔ مل شام

نیڈو پر چند جفاوری قسم کے ادب، معہ ایک عالم مختصرہ اور افساد

کے انجام لالا کے اس باب تلاش کر رہے تھے۔ ایک بُرگوار بولے، جائسوی

ناولوں کی وجہ سے لوگ مistranslating مistranslating اسے بے قطبی بنت رہے ہیں۔ محترمہ

حقدات سے ہنس کر بیٹیں اصیہ نکل بی اسکریپتی کا چرہ ہوتے ہیں۔

یہی نے حلیں کہا، محترمہ ہمارا معاشرہ ہی جب اسکریپتی کا چرہ بتا جا رہا

ہے تو پھر ہر ناول کی حلیں ہوں، ویسے ان جنادری ادھوں میں ایک

صاحب ایسکریپتی تھے، جو وہ اسکن ارٹنگ کے جفاوری ادب بنے ہیں۔ بس یہی کہا پڑتا

ہے کہ طرز انتقادی نقائی کے جفاوری ادب بنے ہیں۔ بس یہی کہا پڑتا

ہے کہ طرز انتقادی نقائی کے جفاوری ادب بنے ہیں۔ بس یہی کہا پڑتا

ہے کہ طرز انتقادی نقائی کے جفاوری ادب بنے ہیں۔ بس یہی کہا پڑتا

ہے کہ طرز انتقادی نقائی کے جفاوری ادب بنے ہیں۔ بس یہی کہا پڑتا

بھٹکنے کی بیکھڑ ملادانا بھری۔ پہلی کوں بھٹکتے
کیا تھے ملیک بخشی پڑی۔ آنکھیں پنڈھانگیں نب ب دفعی نہ
بھی بھر جاوے اور اپنی کھٹکے خالی محدود فتنے کو بچتے ہیں
یکمل محنت ہے باہمی آواز ...

میں بغیر دلیل تسلیم کرنے کے بعد بھر جیں۔۔۔ دوسرا آواز ...
اے کام نہ بخنا نہیں ہے۔۔۔
بھر جیں وہ اپنی ہوشی بونظریں ہیں۔۔۔
بھر جیں اس خدا نہیں کہیں کاری کا کلام ...
اگر وہ کوئی عینت ہی ہے تو جست ارشادیں ہمیباںی حاصل کی
جاؤں میں تیرت نہ کوئی جلوے :
ہو سکتے ہیں اسے بماری مدد کا شروت ہو ؟
خواہ چواہ ...
میں یہ تو بوجہ بیہاں اسی دلیتے ہیں۔ اسی عذابیں ...
ہو سکتے ہے جوہر ایسا بوجہ کی شاوق ہوں یا خوب فارون ہیں
سخ دلوں کے ہی بتر ثابت ہوا ہو۔۔۔
تم سیڑی مدد کیجے ۔۔۔ پہنچ کا شے تے بونا نہیں، آوازیں کہا۔
تہ کون ہیں ؟ بھلی کوڑا ...
نم۔۔۔ جھے لیک گو۔۔۔ لالا فالا لایلے ہے
دوسرا تہ بھر بخش نہیں اور کسی نہ کہا۔۔۔ کمالے یہ بھجھ جل آئے۔
وہ کوئی لا خود کشی کی نیت رکھتا تھا؟۔۔۔

خدا کے ہے بھری مدد کیجے میں نہیں جاتی کہاں ہوں گے
لادی بھر بخش نہیں اور کسی نہ کہا۔۔۔ کمالے یہ بھجھ جل آئے۔
یعنی اپنی کھٹکے کا سک مطلع ہوتا ہے:

وہ دلوں غلکے دل نہیں کی طرف نہ گئے تھے۔ پہنچ کا شے
آنکلیں اگلیں نہ بیکھڑی۔ غلے ہے نکل گئے اسے احساس نہوا کہ دو اپنی پیشی
چھپاں کے دل میل بھکھی ہے۔۔۔ پل دل طرف گھری تاریکی کا نہ جھکا۔
دوئیں جھول کوئی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر رکھے۔۔۔ ہی تھی۔۔۔ دکاری
مخلوق آؤتے تھے۔۔۔ کہ دلوں سے رائیں ملی ہوئی قصیں۔۔۔
پہنچ کا شے تے اپنیں کا ساس پڑا۔۔۔ دوئیں رہی تھی۔۔۔ مگر
گوئیکے مل بھر جسی کوئی کوئی کوئی کا انشاء بنادیں گے۔۔۔

کیا آپ پاکے ماتھ چڑنا پسند فرمائیں گی ؟ انکے سے ایک نے پوچھا
نے۔۔۔ جی مل۔۔۔ وہ بھکھی۔۔۔

اُس وقت ہم آپ کو کہتے تھیں تو وہ بھنچا ملکیں کے ؟
نے۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔
کوچھ جیئے ؟

وہ فری تجھے پوچھا سئے اے۔۔۔ وہ ؟
تم اپنے کہاں سئے اے۔۔۔ وہ ؟
میں اپنیں اپنے کی پیشی کا بھاگیں ہے۔۔۔

وہ بھر جئے کے خر لے گاہے دش کی بھاگی۔۔۔ بھر جاں
اُن کے پیچے پہلی بھی بھوپلیں ہے ایک۔۔۔ تھر بھر جاں کوئی کوئی کوئی
بھر جو بھر جے اس جس اخیں بھٹکی دکھنے کا بھاگی ہوئی۔۔۔
میں وہ بھر جا۔۔۔ پہنچ کا شے تے مل بھر جا۔۔۔

بھر جیں کے گاہے دش کا بھاگی پہلی پر سب جو دھرستے تھے تھے
بھر جیں کہا پہنچ کر وہ اپنے سماں نہیں۔۔۔
لب بیدکی پاٹ کی تک جعل ہی تھی۔۔۔ دھرستے تھے
اور وہ اُن فرداً کے لامشے کے شوق بیانات بھی اڑا کیں۔۔۔
تھر جا پہنچے یا بھی نہ جعل کے سبب کوئی کوئی کوئی
اٹھے یہاں جمل مخنا ہیں تھے۔۔۔ پہنچ کا شے تے بھاگی پاٹ کی تھی۔۔۔
چھافوں کے دھیان پختہ تھا۔۔۔ اس اسی سماں بھوتے گئی۔۔۔
پھر واپس اپنی بھر جئے کر کر گئے۔۔۔ جہاں دھمکو لسیں
تسبیں اُن کھانے پر ویکس کی بھٹکی۔۔۔
وہاپک پھر لامہ دی ہیں اگلے جہاں پیشہ کا شے تے اُن کی
ٹکریں دیکھیں ایک دم پھر دیڑی۔۔۔
ادھر لامہ ہو۔۔۔ اوناریں بدل کر جائے سب سے بھر جائے
تل بھر جائے۔۔۔ اس طریقے کی تھے جسے ادب سے کہا
پڑھنے کے سلکا کہ اتنی مخالفت کے لئے کافی نہیں اگر
کہنے پڑے۔۔۔ جھلکا کہا۔۔۔
”بھر جو کہ اخونے نے بھری جان پیچیں کوئی کھاڑی پھوڑی
تھی۔۔۔ پہنچ کی بھر جائی پڑے۔۔۔ اگر کسی کا اٹھی ہوئی اُو
سر پر کاٹی سہر۔۔۔ مدد کے لئے بھے دھکتے تھے۔۔۔
بھر جیں جو شے۔۔۔ اس سے کوئی خلافت کا لیکھا ہے۔۔۔
”تم دلوں تھر نہیں تھر نہیں ہوئی جاؤ کے۔۔۔ پہنچ کی بھر جاں
پڑیں اگر بھول۔۔۔

میں جانتا ہوں۔۔۔ دھرم دھنی کھلایا دیتا ہے۔۔۔ کیا اسے بالآخر
اس سلطنت کی اپیشی بھار ہے۔۔۔ اور پہنچ کا شے تھے جسے
اس کوئی کاٹھا۔۔۔ اس نہ سے مختلف بھر جا کر اس سے دو دیروں کو
سوت کی بند سلا دیا تھا۔۔۔

میں نہیں جانتی تم کی بھاگی کہ دھجھوڑا۔۔۔

فرطی تجھے پوچھا سئے شافوں کو بھٹکی دیا اور بھوڑا۔۔۔ اس
کے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔

بیوی کو رکھ دیتی رہی بھر میں اس کے دعویٰ مذکور ہو گئی۔

لماں تھا میں، وہ اپنے کو اپنے کے شگفتگی پر فرمائیں کہیں کہیں تھاں کے اور باؤں تھے میں بابل۔ ہمیں تھیں فیض سے معلومات حاصل کی جائیں۔

شگفتگی اسی کے تلاف میں کیا کہا جائے وہ بے بیس کہ اپنے ساتھ لے گیا
لماں اس کا کہیں تھاں نہیں...“

دوسری طرف سے کچھ کہیا، چھوڑنے کی تھی رہی، بھر لولی تھیں تھیں
میں لفڑی کر دیں گی۔“

لیکن شگفتگی میں اگر پانی کا کسی بھر مکانی اور زیست کا لفڑی کی طرف روانہ ہو گئی۔
لیکن بھولتے اس کا بڑا دھونہ نہیں تھا، گائی روک کر
پیچے اُترنی رہتے کے سوانح پر دھکا ہوئے، دروازہ کھلا، اندر مدد
اندھیرا تھا پیچے تو دھکی، بھر دلانے کا کوئی ڈالتی ہوئی سوچ کی پیدا
ہے تھی۔ سونج تھا کیا بکری میں راشنی ہو گئی۔ دھکی اسے الہام حاصل ہوا،
جیسے روشی ہونے کے ساتھ اس کا احساسی نظام بھی بچک سچاراً گیا ہو۔
گلشت پر دلوار نہ ہیں تو چاروں شانہ پھٹک کریں ہوئی۔ سلسلہ ایک
لپڑنگا کو دیا اس کے پیشہ کی تشریف کیا۔ عجیب سی جھٹتتی ہاؤس کے ذین کو
پیشہ کریں گیا ہو۔ وہ دلوار سے بھی اپنی ہائپ رہی ہی۔ آنکھیں
شگفتگی سے بچلی گئی تھیں۔

دفعتاً گوریٹے نے پہلے سی وحدت پیشہ کو فرش پر ڈال دیا اور
پیشی پر کاش کی طرف بڑھنے لگا۔ پیشی پر کاش پختے ہی والی بھی کو گوریٹے
کو چھوڑا جانا اس کے شریجم کیا۔ عجیب سی جھٹتتی ہاؤس کے ذین کو
پندتیں نارنگیوں میں دلکھتی پڑیں۔

دوسری بار بوش آیا تو سب سے پہلے اس کم کی بجبوکا اس اس ہوا
ہیسی چھپا بھر میں جانوروں کے سہر میں کے قریب سے پائی جاتی ہے۔
بھانسوں طرف اندر ہرا تھا، آہستہ آہستہ فرہن سماں ہوتا گیا اونکے غنکی کا
اسماں ہوا جسم کے نیچے کئی جگہ جگہ بھی مجموع ہو رہی تھی۔ وہ اکٹھ جیھی
اور گرد فیض میں گولٹے پر اس شے پر پہنچی کر وہاب نک زمین پر پڑی
رہی تھی۔

ایک بار بھروسی کی گئی بجدھنی۔ آنکھیں بند کر دیں... لیکن
کب تک... اس بار آنکھیں لمکول کر جانروں طرف نظر دھوڑانی۔ ایک
جانب ملکی سی روشی کا دائرہ نظر تھا، زیادہ آنکھیں پھانٹے پر دوچھانے
تھیں، جس کے دلانتے سے اسے تارے دکھانی دیتے تھے۔ اوہ... تو وہ
گوریلا۔ اس نے سوچا۔ اسے اس غار میں اٹھا لایا ہے؟... دفعتاً کسی
شیخی تھی کی طرح سبک کر دوئے تھے۔

نہیں کچھ مجھ پریاں ہوتی میں

لیا اس نے مجھیں بلیک میں کیا تھا؟

نہیں میں خودتی و میں جانپنی تھی

خیر ہیں تھامے اس سمجھی معاملات میں دخل انداز نہیں ہوا چاہتا

میں تھیں ضرورتباوں میں میں لکب کے پیاسٹ فرماز کو چاہتی

ہوں اُس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی

اس کیفیت کی مدت کتنی ہوتی ہے؟

بہت سوچو جو، تم کیجا جاؤ...؟

صورت دیکھ کر بتاسکتا ہوں کہ حالت کا نام کیا ہے؟ میرا خیل

ہے کہ قم سال دو سال سے زیادہ کی بوریت ہرگز با غافت نہیں کر سکتیں

میں نے غلط کیا تھا۔ اب میں اس کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں

وہ بڑے دلاؤں انازوں میں سکلتی۔

بہر حوالہ ری سے باہر پلا گیا۔

**

لینڈی پر کاش اپنے ہٹ میں، بہن جھکی تھی۔ حیدری اسے دیس
لیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ لینڈی پر کاش ہٹ زیادہ منعمل یوگنی ہے۔
اس نے ہٹ میں بہن کرنہ تو اسے دھمکیاں دیں اور نہ اس نے چینپنیزی
ہی کی خبری، جس کے متعلق کمپ میں بہت ہی بے تابہ انداز میں پوچھ کچھ
کی تھی۔ ایسا معلوم ہوا تھا، جیسے وہ کسی بہت تکلیف وہ خیال سے ابھ
گئی ہو۔ دفتار اس نے کہا۔ کنش فریدی غلط فہمی میں بستلا ہیں۔ اپنگ

نائٹ لکب میں ہر یوں نہیں ملتی؟

”کہاں کی بائیں لے بھیں۔ میں اس سے دو رجائاتا ہوں“ حیدری
نے کہا، لیکن وہ سوچ رہا تھا۔ اس عحدت کو اس کی قطعی پروانہی ہے۔
کہ اس اختراف کے بعد اس کا کام خستہ ہو گا؛ صفائی پیش کرتے ہیں ہے۔
اپنگ نائٹ لکب کے مالک کی وہ بھی اس ملے میں کہ وہ بہر و نیکی
ناجائز بجارت نہیں رکتا۔

”اچھا، اب میں چلا یہ حیدر آٹھا ہو اب لا۔“ تھامہ راجھنیزی دوہرے
کرے میں آزم کر رہا ہو گا۔“

”میری بات سنو یہ لینڈی پر کاش نے ہاتھ انداز م Fletcher بانہ انداز
میں کہا۔“ آخفریدی نے مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے اُسے

موت کے گھاٹ انارڈینے کی کوشش کی تھی؟“

”وہ حضرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ تھاڑی روپڑ کے بعد
تمہارے خلاف کوئی کارروائی کر کے کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ اور ایک
بات... کیا تمہاری روپڑ میں میرانام بھی موجود ہے؟“

”نہیں...“

”یہ بھی بات ہے،“ حیدر نے طویل سائنس لی۔

”میں یہ روپڑ بھی واپس لے لوں گی۔“

”امتحانہ خیال ہے۔ وہ لوگ تھیں زندہ نچھوڑیں گے۔“

”چھریں کیا کروں؟“

”بچت کی شورت بھی ہے کہ بھارے یہے بھی کام کرو۔ اُر
کرٹل اس کیس میں کامیاب ہو گئے تو قوم وعدہ معاف گواہ بننی جاؤ گی۔“

میں کہنی ہوں وہ قطعی یہ سمجھی معاملہ ہے۔

”دفتار فریدی جھولہ ری میں داخل بکر بولا یہ ختم کرو۔ واقعی یہ

ان کا بھی معاملہ ہے۔ پہنچے مجھے صرف شہر تھا لیکن اب تھیں ہو گیا ہے کہ
اپنگ لکب سے ہر یوں تقسیم ہوتی ہے۔“

”نہیں... نہیں... یہ غلط ہے۔“ لینڈی پر کاش سکلتی۔

”انہیں ایک یعنی جھوڑا تو فریدی نے حیدری سے کہا۔“

”میں.. میری بات... تو سنو...“

”لینڈی پر کاش، تھیں ابھی واپس جانا ہو گا۔“ فریدی نے کہا اور
بھر جھولہ ری سے باہر پلا گیا۔

”یہنک میں، قم لوگوں کے یہے کیا کروں گی؟“
”یہ وقت تھے پہنچا دیا جائے گا فی الحال ہمارے خلاف ان کی
اسکیوں سے ہیں باشیر کھو اور یونہی پر کاش۔“ حیدر کچھ کہنے کہتے ہو گیا۔
”اہ... اہ! کہو...“
”یہاں سے واپس جانے کو جی نہیں چاہتا،“ حیدر نے ادھر ادھر
دیکھ کر بہت سے کہا۔

”لوں... وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھی ہوئی مسکرانی۔“

”نم... میرا طلب یہ کہ حمدت ہے بہت پسند ہے۔“

”اُر بھے کام دینا چاہتے ہو تو مناسب ہی،“ وہ کاکہ پھر کبھی بہل
نہ دکھانی دو۔“

”لیگی بات ہے،“ جو یعنی سانس کے کرو، وانسے کی طرف
مُراگی۔

اپنگ نائٹ لکب ہر فرمروں کے یہے غصموں تھا۔ غیر میری اسی
مُوت میں داخل ہو سکتے تھے، جب وہ کسی بھر کے ساتھ ہوں۔

لکب کا اک ایک ریناڑ ذوفنی میں بھر جو ملن تھا۔ اس کے لیے لکن

دوست اسے اکثر یہوں کی فوج کا بیجھر کر کر لکارتے تھے۔ بات بھی کچھ
ایسی ہی تھی کہ بھی فٹ سیچنی تو۔ وہ روزانہ ملتوں آفتاب سے قبل

عادت کی کپڑوں میں یہوں کو پریڈ کرنا تھا۔ خالص فوجی انداز میں کاش
دیتا... اور انھیں اس بُری طرح تکاملاً تکوہہ الگ اس کی موت کی دعا ایں
ناجائز بجارت نہیں رکتا۔

”اچھا، اب میں چلا یہ حیدر آٹھا ہو اب لا۔“ تھامہ راجھنیزی دوہرے

کرے میں آزم کر رہا ہو گا۔“

”میری بات سنو یہ لینڈی پر کاش نے ہاتھ انداز م Fletcher بانہ انداز
میں کہا۔“ آخفریدی نے مجھے اس طرح کیوں چھوڑ دیا؟ میں نے اُسے

موت کے گھاٹ انارڈینے کی کوشش کی تھی؟“

”وہ حضرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ تھاڑی روپڑ کے بعد
تمہارے خلاف کوئی کارروائی کر کے کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ اور ایک

بات... کیا تمہاری روپڑ میں میرانام بھی موجود ہے؟“

”نہیں...“

”یہ بھی بات ہے،“ حیدر نے طویل سائنس لی۔

”میں یہ روپڑ بھی واپس لے لوں گی۔“

”امتحانہ خیال ہے۔ وہ لوگ تھیں زندہ نچھوڑیں گے۔“

”چھریں کیا کروں؟“

”بچت کی شورت بھی ہے کہ بھارے یہے بھی کام کرو۔ اُر
کرٹل اس کیس میں کامیاب ہو گئے تو قوم وعدہ معاف گواہ بننی جاؤ گی۔“

”لل... لیکن... میرہ سیلاس میں کہا تھوڑا تھا؟“
”تم نے فائر کیوں جعل کا ہاتھ بیوں جھک دیا تھا؟“ بلو... بگو...“

”جلدی سے...“

”وہ... وہ لشے میں دھت تھا، میرہ...“

”اچھا، تو پھر...“ اُس نے غرزاں کا ہمیں نکالیں۔

”میں اپنے فن کا منظاہرہ کرنے کی تجوہ پاہی بیوں... جما سے معاہدے
میں...“

”شت آپ...“ وہ حلق بھاگ دیا اور تھامہ امداد ہی کہا ہے۔

”اعن کی تھی؟ کیا تم اپنے...“ جم کو اس پے پچکانی اور خفا تھی ہو کر دیکھنے
والوں کا نزد و ان ہو گئے یادوں پاہی بیوں...“

”نم... میں اسے بسطا شد ہے،“ بیوی کی تھیں کہا۔

”تمہیں کتنا پہنچے گا۔ پانچ سال کا ایک بیٹہ ہے۔ میں تھیں جنہیں میں
پہنچا دیوں گا، تھیں“

”میں اٹلی کی شہریت رکھتی ہوں، تھامے نک کا قانون...“

”بھوگاں بند کرو۔“ بیوی خود ہی ملک کا قانون ہوں؟“

”یہ نامنک ہے...“

”وُس مس...“ وہ میز پر لامپ بار کر بولا۔ اور جھٹی بھانے ہی جا
سنا تھا کہ یہی اسکی تھی بھوی بیوں میں جاہی بیوں ہوں۔“

سب جانتے تھے کہ دُس سیں کہہ دینے کے بعد پھر وہ کچھ نہیں سنتا۔

اگر کوئی اس کے باوجود دیکھ کر بھانجا ہاتھ تو اس کا بھاری بھر کم باخ خونی

پہنچتا تھا اور ابک بیکھیم اور دی تھا بھا کو دھکتے مل کر اس سے بے باہر

کر دیتا تھا خواہ وہ کوئی موت ہی کیوں نہ ہو۔

میں جیل گئی اور اُر اعلیٰ نے اندھلے میں بھر کیا کار دیپٹی کیا۔

”لام...“ اُنے دیا اُس نے کار دیپٹی نظر دال کر اعلیٰ کی طرف
دیکھنے کیا۔

کچھ دیپٹی کی پر کاش اٹھ کر کیا تھا۔

”نیوں...“ اُس نے گھنی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا

”بھی تک فریدی ہا تھے نہیں آیا؟“

”خھیں اُس کی فکر کیوں ہے؟“

”تھک کیوں ہے؟“ لینڈی پر کاش اٹھ کر تھامہ کیا تھا۔“ دجنوں

شناہ موجود تھے۔ جب اُس نے مجھے گھٹی سے دھکیلا تھا۔“

”کیوں دھکیلا تھا؟“

”کیا میں جانتی ہوں؟“

105

میں جاپ کا منظر ہوں؟
سیرا خیال ہے، راجیش کی وجہ سے اُسے شہر ہو گیا تاکہ اُسی کی
لگائیں ہوں؟
چھڑ راجیش کا کیا ہونا چاہیے؟
تم... میں کیا تاکیں؟

بیہرہ ہوان نے بیٹی کی دلاری میں پانچ روپیہ کی کمکی کیا۔
اسے یہی پکاش کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ کم امیر گیا وہ میں جاؤ۔
وہ بُنی سمجھاتی ہوئی اُسی کی عالمات میں شرک ہو۔
ٹوپکوہ فلم کا عوست تھا لفڑی توکی ہر جانشی پر اپلا۔
دُس سی یادہ اُس کی طرف دیکھ نہیں۔ میں پھر استھانہ اُنہیں اُس کی
طرف دیکھنے لگی۔
دُس سی یادہ اُس کی طرف دیکھ نہیں۔ فانگ ہاں میں فور
شوہر ہاتھا ساری نیزیں بھری ہوئی تھیں۔
وہ آرکٹہ اکٹھوں سے نکلی چلی آئی۔ فانگ ہاں میں فور
شُوہر ہاتھا ساری نیزیں بھری ہوئی تھیں۔

موسیقی اس کی آواز پیاسٹ نک دیکھنے دی۔
بانگوہ اس نے اس کے شانے پر نکر کر دیا۔ مڑا۔ اور
لے ایسی نظر میں دیکھنا رہا۔ جیسے مختری ہو اور غصبناک ہی۔
راجیش آیا تھا؛ لیکن پکاش نے جملہ کر پوچھا۔
میں کیا جائیں؟ شُنکہ لجے میں جواب ملا۔
اوہ تو خدا کیوں ہوتے ہو؟

لیکن پکاش، بھر پر رحم کرو زیادہ بیوقوف بننے کی کمکتیں کہتا
ہمہم میں جلا۔ وہ آگے بڑھی۔
اب وہ اپنی منزل پر جانے کے لئے زینے ملے کر ہی تھی کرا
نگر ہو۔ پہلی ہی۔ بہاری میں تھا۔
کمرے کا قفل کھول کر دروازے کو دکھایا۔ اندر اڑھیرا تھا۔ وہ
باتی تھی کہ تھی بورڈ دروازے کی بائیں جانب ہے۔ مٹول کرسوچ ان
کیا۔ لیکن دوسرے ہی تھے میں آنکھیں بنتے مقول سے اُن پر نہیں۔
سلنے فرش پر راجیش پخت پڑا تھا اور اس کی آئیں پشت سے باہر
نکلی تھیں۔ فرش پر تھن پھیلانظر آیا۔
لیکن پکاش چلائی اور دیگر ہو جانے کے سب تھی کہی نے
باتھن میں بندھا۔

اس نے مُڑکویجا۔ بھر ہوں کی خوفناک آنکھیں اُس کی آنکھوں
میں جلا کے تھیں۔
”بھر... بھر...“ وہ ہاتھی ہوئی اول۔
اُب اپنے پیروں پر کھڑی ہو جلا۔ وہ اُسے الگ ہٹانا ہوا بلا۔

”یہ یا ہے۔ سریکیوں نہیں“
حلاقت کا انسام۔ بھر نے بے خدنہ بھیتے میں کہا۔ وہ لگتے بھر
سُراغ رہاؤ کی نظریں اجائب اُنھیں اس سے کمکی تو قریب کی جائیے۔
تو پھر بھے مگر مارڈا لو یادہ ہنڈائی انداز میں اُنہیں۔

کیوں؟ تھل کیوں... اُوہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا تو بالا۔
”یہ یادی پکاش کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔“ کم امیر گیا وہ میں جاؤ۔
اوہ اُس کی طرف دیکھ نہیں۔ میں پھر استھانہ اُنہیں اُس کی
طرف دیکھنے لگی۔

”اس حصتکر نہیں، جس حد تک وہ تھا۔“ بھر ہوں نے اسے
بڑھا کر تھوڑی آنکھ کر دی۔
لیکن پکاش کی پکپتی ہوئی آوانانہ صورے میں گوئی۔ یہاں
ایک لاش ہے میرے۔
لاش پر بڑھ کر ٹکٹکنا میرا بھوبت شغل ہے۔“ جواب ملا۔

قائم نے گھر سے جگ کر ایک بیج میں پنهانی تھی اس کا غورہ
حمدہ بھی نہ دیتا تھا۔ یعنی قائم موجود رہا تھا کہ آزو وہ خود کہاں غائب ہو
گیا؟... جگلا حیدر ہلکا، کے بغیر تفریح کہاں...؟
اس وقت سرگزانت کے دو بھی تھے اور وہ بیج بھول میں پھر بھیجا
جگ مارہ تھا۔ بھیجا بال رومی گیری میں جانپھنا تو کبھی ڈانگکھاں میں
میں نظر آتا۔

ہو سکتا ہے، وہ...“ بُشِرِ یون کی اُسے دیر سے تالقی رہی ہو۔
اس بلاں نے اسے بلل روم میں جالا۔
قائم گدھکر میں بیٹھا اس طرح پہلو بدل رہا تھا، جیسے کہیں بھل
گئیں۔ اُسے اُنہیں فربت آئی کہ بولا کر دیکھنے کی کوشش میں

میں کچھ صورت اپ کے پاس بیٹھنا چاہتی ہوں۔“ اُس نے کہا تھا۔

”میں...“ رُوحان نے آنکھیں کالیں... اور بُشِر کو کھڑا ہو گیا۔

”میں بھل سیٹھنا چاہتی ہوں۔“ وہ ایک کسی یعنی کمی کوئی ہوئی بولی۔

”بائیسے... بائیسے...“ قائم نے ہاتھے ہوئے ہماں اور خود آگے بڑھا

”اُپ کہاں جاں جا رہے ہیں؟“

”ج... بھر...“ وہ وہ یک ہنست زک گیا، لیکن اُس کی طرف مڑا

نہیں، وہ خود ہیں۔ اُنہوں کے پاس جانپھی۔

”میرا یہ مطلوب نہیں تھا۔ نہیں بیٹھنا چاہتی تھی۔“

قائم آنکھیں بچاڑھا کر اُس کا جانہ لیتا رہا۔ دبی پتلی سی۔

خوب سوست لٹڑ کی تھی جھرے میں ہونٹ پہت نمائیں تھے آنکھیں

بُری تھی جو سکھے باہم بوجدی دیکھتے تھیں۔

”پچھو جو پھر... قیامت ہے؟“

آپ ہیرت ایک جگہ تو پر کھاتے ہیں۔ میں دیسے دیکھ رہی تھی۔

”اہا... اور خاؤں...“ قائم نے بُرے ٹھوٹ سے پچھا

”بُرے سے ساخت اور قون ہے؟“

”بُرے ساخت... کوئی کی نہیں؟“

”اچھا، اچھا۔ پیچھے...“

دوغون پھر آبیتھے۔ اُنکی نے دلول سانش کے کہہا۔ اُپ کی پیشی

”لکھتی ہی تھی جوں...“

”متغروف...“ اُس کا سامنہ خوش ہو کر پوچھا۔

”ایک کی مری...“

قائم نے ویر کو اپنے سے ملائکہ کیا۔

”شاعری نہیں تھی...“ لیکن نہ پڑی۔ اور قائم سے بولی۔

”کیا اُپ پیشی کی ہیں گے؟“

”نہ... نہیں... میں نہیں پیتا۔“

”ٹھیکان کھافے؟“

”ہی ہی تھی، جوڑا جوڑو...“

ویر سکتا ہوا خواصت ہو گیا۔

”یہاں کیا رکھا ہے؟“ اُنکی نے بلا سامنہ بنا کر کیا۔ دیکھیاں تو

اپنہنگ نائٹ کلب میں جنمی تھی میں۔“

”جج چلیے... دیں چلیے...“ قائم اُسے بیٹھنی نظر میں سے دیکھتا

ہوا۔ اسکلایا۔

”اور یہ تھی جو منگوائی ہے؟“

”اپنے ساتھ لیتی چلیے۔“

”کیا اُپ ہیں کہیں جس کی پرستی ہیں؟“

”ہاں... ہلیں... میرا ہیت ہیل سے زیادہ دو نہیں ہے۔“

”دہل... اور کون ہے؟“

”قوئی نہیں، کوئی نہیں...“

”تو پھر دہل کیوں نہ چلیں؟“

”ہاں...“ قائم کوچھ کہا۔

”بُری کرلو۔“

”تو پھر اس کے کیا...؟“

”وہ سیرا طلب پڑتا کہ... اُس کی بُری...“

”یہ کیا اگر نگاہی ہے، آپ نے...؟“

”بُری کوچھ بُری طبقے دو ہوئے تو اُنھیں“ قائم پا مانگ کے جائیں گے،

میں لاو۔“

مل کی ادائیگی کے بعد وہ دو خلائق کے باہر قائم کی بیوک

موجود تھی ہر شہری سے نیادہ دو نہیں تھا اس کے کاٹی رکھ کر

کھر کیوں کو محیرت سے دیکھا جائے کہ شے روشن تھے، وہ تولاثت اُن

ر کے کاٹا۔

کھاکی رکھنے پر کوپیار درعاڑہ کھوئے دوڑا۔

”ابے یہ بھل کیوں جعلی ہے؟“ قائم نے پوچھا۔

”میں دہ ایک صاحب آپ کا منتظر کر رہے ہیں میں...“

”قوں صاحب...“

”میں نہیں نام بھول کیا۔“

”اچھا، تو نام بھوکر آتا...“

ارس کے اے...“ لیکن بھل کیوں جعل کر دیکھ رہے تھے؟“

”رہے ہیں۔ آپ خود ہی جعل کر دیکھ رہے تھے نا۔“

”اوہ... لاو!“ وہ لاقوہ۔ سُرپرے ہے۔ میں خود پوچھ رہا توں گا۔“

ٹکڑی ہتھی ہوئی کاٹی سے اُس تھی۔ وہ دو نہیں ہتھیں دیاں دو خلائق

ہوئے اور اسکلار کے دل کی شکل دیکھتے ہیں کام کا خون خشک ہو

گی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ حیدر ہو گا۔ اتنی رات تھے۔

”آپ بھالا تھا ہوئے جان بھل کر دیکھ رہا۔“ اُنہوں نے دیکھ لیا۔

”بُری... بُری...“ قائم نے دلکشی کی۔

”تو میں محل نہیں تھا۔ آپ لوگ تشریف رکھئے تھے“ حمید نے کہا۔
کی طرف اشارہ کر کے کیسا لڑکی نے غالب موس کو دھانچا کا قاسم کس قدر
بوکھلا گیا ہے۔

”بھی ہاں... بھی ہاں... بیٹھ جائیں گے“ قائم نے نافرمانی کو اعلیٰ ہے۔

”آپ کی تعریف...؟“ حمید نے لیکن طرف اشارہ کیا۔

”آپ سے مطلب...؟“ قائم جھلائی۔

”آپ کو شاید علم نہیں کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کو خالد
کی نگرانی میں دے دیا ہے؟“

”کوئی خاکسار؟ میں کسی خاکسار کو نہیں جانتا۔ اکاٹھٹ صاحب
کا نام عبد الرحمن ہے، میں اب میں انکی نگرانی میں بھی ہوں ہوں؟“

”خاکسار کا مطلب ہے یہ خادم“ حمید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”اے جاؤ... چھٹے آتے ہیں جان جلاتے کو تم بیہاں قیوں آئے ہو؟“

”کلہری...“

”اوے بانپ سے یہ قائم نے دونوں ہاتھوں سے بیٹ پکڑ لیا۔
وہ اپنی بیک کو گلیری خاکم کہتا تھا۔ لہذا اس حوالے پر دیوانی کو
رکھنے بھاگلیں جانائیں...“

”لبند آتی ہے کہ آپ بعافت ہوں گے“ حمید نے بیپروانی
سے کہا اور لڑکی کی طرف دیکھ کر سکارے نگاہوں میں لڑکی بھی منکرانی۔
قائم نے باری دھکوں کی طرف بیکاری کا ساختا۔ اس جوابی سکراہٹ پر پھر
ستش زیر پا ہو گیا۔

”اے تم مجھے کہیں چیز نہ لینے دو گے؟ سمجھے...“ قائم نیزہ
گھونسہ بارکہ دھاڑا۔

”یہ کون صاحب ہیں؟ لڑکی نے حمید سے پوچھا۔ آپ کو تو میں
بہجا تی ہوں؟“

”شوکری...“ حمید نے کہا جو بیس یوں ہیں کوئی فاس نہیں۔
”اے تم میرے ساتھی ہو یا اس کے ساتھ...؟“ قائم لڑکی پر
اٹ پڑا۔

”میں تھا آئی تھی“ لڑکی نے فلسفیانہ انداز میں کہا۔
”ابھی ہاتھ ہے“ قائم اٹ پڑ کر حمید کو گھونسہ دھانا ہوا چیخنا۔ میں
جاتا ہوں سلے...۔ ابی او راستی وقت میں پھانڈ پڑوں گا قفتہ
ہی ختم ہو جائے گا“ دھتیزی سے دروانے کی طرف بڑھا اور باہر نکل گیا۔

قائم نے باہر نکل کر چند میٹے استلانا کی۔ شاید حمید باؤہ لڑکی باہر
نکھلے، میکن مایوسی کے علاوہ اور کچھ باتوں نے آیا۔ بڑے غصے میں باہر نکلا تھا۔

لہذا بدارہ والبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا با پھر کچھ کر گزرنے ہی
کی ہمت ہوتی تو باتِ عورتی تھی۔

چند لمحے کھڑا ہوئیں تو تارما پھر کاری میں بیٹھ کر اجنبی اسٹارٹ
کر دیا۔ میکن ان میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلا۔

”مر و مجنتو...“ اس نے ھڑکی سے باہر نکلا کر گھونسہ لاتے
ہمئے کہا اور گلائی آگے بڑھا دی۔ سمندر میں چھلانگ لگادینے کی دھمکی

دے کر باہر نکلا تھا، میکن اب ذہن میں چھلانگ لگادینے کی دھمکی
اور کچھ نہیں تھا۔ پھر دھچلنے کے بعد دفتاں نے کاری مٹک کے کارے

روک دی... اور سوچنے لگا۔ آخر وہ اس طرح دھکے کیوں کھاتا پھر رہا
ہے۔ غیر تائی بخش اڑ دوایچی زندگی کا سنجال آیا۔ لیکن ناموزوں سی عورت

اُس کی ہمنی کے خلاف بیٹے باندھ دی گئی تھی۔ پھر اب کیا ہو گا... کیا ہو گا؟
کیا ساری زندگی وہ اسی طرح دھکے کھاتا پھر رہا۔ گھر اسے اڑ دو کی

یک طرسجھی کلم کی بھلی بیاد آئی... میکن بھر کی تھا۔ یک میکنیاں لینے
لگا۔ ذہن کی روہیک تھی۔ ذہنی ذہنی میکنیاں باقاعدہ قسم کی جھوٹوں
جھوٹوں، کی شکل اختیار کرنے جا رہی تھیں... ذہنی ذہنی وہ دھاریں
مار مار کر رونے لگا۔ گرد و پیش نے یہ غیرگیا ب دہ ایک مشینی فعل

بن کر رہا گیا تھا۔
”دفتا ایک گاڑی قریب سے گزدی... اور تھوڑے فاصلے پر جا
کر گزدی۔ قائم اسی طرح روتارہ پھر وہ گاڑی مڑے بغیر بیچھے کی طرف
ریختی ہوئی، اُس کی گاڑی کے برابر آئی۔“

”کون ہے... کیا بات ہے؟“ گاڑی سے ایک نسوتی آواز اپنی
اب قائم پھونکتا۔ میکن اپنی دھاری دھاری پر تابونہ پاس کا۔ پھر ایک
چھوٹی سی ماری جکی روشنی اُس پر پڑی۔ آنکھیں پنڈھیا ہیں، میکن
جھاٹ سے پیچھے ہوئے تھے بے ہمگ آواز وال کاس سلسہ جاری رہا۔

”کیا بات ہے۔ آپ کیوں رہ رہے ہیں؟“ کانپتی ہوئی نسوتی آواز
پھر سنتی دی۔

قائم سے کچھ بن پڑا تو ھٹئے بھٹئے مذہبی محیی نے کی کوشش
کرتے لگا۔ عورت اپنی گاڑی سے اترانی اور اُس کے قریب پہنچ کر بولی۔

”میکن اس آپ کی کوئی معکوسی نہیں؟“

”جج... بھی... غال...“
”باتا بیٹے... کیا کروں؟“
”مجھے... مجھے... غولی مار دیجیے“

”اوہ سمجھی...“ عورت ہنس پڑی۔ آپ نئے میں ہیں شاید۔“
”میں شرب نہیں پیتا“

”تباہ تو یہ بندگ کا ہی نشہ ہو سکتا ہے؟“

108

”میرا خالہ ہے کہ میں تمیں پہنچ بھی کہیں دیکھنے پڑیں ہوں“ عورت
نے قائم کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”بھی ہاں ضرور دیکھا ہو گا۔ بد نصیب آدمی، کہاں نہیں دکھائی دیتے؟
قائم نے بسور کر کہا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اُسے اپنے رونے کی وجہ
کیا بتائے گا؟“

”یاد نہیں پڑتا کہاں دیکھا تھا؟“

”بھی ہاں... بھی بات ہو گی۔ عامٹی انسٹریوئر، کا نام نہیں ہو گا
... آپ نے...؟“

”بھی ہاں جی ہاں...“

”وہ سب اپنا ہی کاروبار ہے۔ بھی ہاں...“

”آپ عامٹی صاحب ہیں؟“

”بھی نہیں قائم صاحب ہوں... عامٹی صاحب، قائم صاحب
کے والد صاحب ہیں؟“

”بڑی خوشی ہوئی، آپ سے مل کر... بہت نیادی... میں...“

”عشرت صاحب کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔ اٹھک اُنہی
لکھن کے چیزیں...“

”بھی ہاں جی ہاں...“ قائم نے سر بلکہ کہا۔ حالانکہ شاید اُس نے

پہلے بھی نام تک بھی نہ سنا تھا بہر حال اُس نے مکلا لگایا۔ بھی صاحب

اُن کا کیا کہنا پڑے گریٹ آدمی ہیں... میری خوس... میری لکھن...“

میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے مطاقت ہوئی۔

”مگر آپ اس طرح رکھوں رہے تھے؟“

قائم یک بیک سمجھہ ہو گیا۔ اور ستمی سرنشی کے کربولا۔

”یہ نہ پوچھیے۔ میرا کوئی ہمدرد نہیں... مجھے جانا چاہیے؟“

”میں اُن پر کی بھروسہ ہوں، مجھے بتائیے کیا بات ہے؟“

”میرے والد صاحب پلے نے مانپ کے آدمی ہیں۔ دار الحکم وار
بہت پوکر کتے ہیں۔ بھی ہاں انھوں نے میری شادی زبردستی اپنی
جنتی سے کر دی ہے؟“

”اوہ تو یوئی آپ کو پسند نہیں...“

”اتنی سی ہے۔“ قائم نے لکھن کی انگلی کی بھل پور پانگوٹھار کھنے
ہونے کہا۔

”میں آپ سے سچ کہتا ہوں میں پاکل ہو جاؤں گا۔“

عورت پر معنی انداز میں مُکملی اور مُنچیکر دوسری طرف
دیکھنے لگی۔ اوس قائم بھی یکایک جیسے بھوٹ میں آگی۔ سچیل مُنچ پر رکھ

لی گویا دُرتا بُکھیں بیان سے پکھا اور نہ نکل جائے۔ دونوں کی نظریں

”آپ بھی آٹھینز جان جلانے کو...“ اسے سیرا کوئی نہیں ہے۔ قائم

پھوٹ پڑا۔ میکن اس بارے صرف چکیاں اور سیکیاں سنی گئیں۔

عورت نے مارچ کی رہشتی میں یوک کا جائزہ لیا۔ اور پھر قاسم

کی طوف متوجہ ہوئی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے مٹچھپ کے سیکیاں لے رہا تھا۔

”آپ کہاں ہے ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

لیکن اس بارے قاسم رفتہ رفتہ جو نہیں دیتے تھے میکن خاموش

رہی۔ پھر یک بیک غصیل آواز میں بولی۔ کیوں میرا وقت پر باد کر رہے ہو؟

”جج... جج... جی...“ چھکیوں اور سیکیوں میں بیک سالگ کیا۔

”نم... میں فاقم ہوں... قائم...“

”کون ہو...؟“

”نم... میں فاقم ہوں... قائم...“

”کیوں رہ رہے تھے؟“

”مقصدی خلائقی... اب قیامتاً...“ تباہ و تفاہ کے بعد دفتاں نے اڑائیں

گے۔ بھی مجھے تو... مجھے تو... مری جانا چلیے۔ میرا کوئی نہیں ہے۔“

”آپ کہاں ہے ہیں؟“

”ہر جگہ رہتا ہوں...“ میں مطلب یہ کہی جگہ رہتا ہوں۔ مگر میں

رہتا ہوں... ہبھت میں رہتا ہوں... اور جہاں جی جا رہتا ہوں...“

عورت تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ ”میرے ساتھ
پڑو گے؟“

”کیا کروں گا جا کر...“ قائم نے مالوں سانہ انداز میں کھلا دے دیا۔

”ہے بھنچ جائے گا؟“

”کون ہے؟“

”ہے یاک... خلاکر نے اُس کے چھپ کر لکھ لیا۔“

”میری گاڑی کے یچھے آؤ“

”جی بھی جی بھی...“ قائم نے سانہ انداز میں کھلا دیا۔

”جج... بھی... غال...“

”باتا بیٹے... کیا کروں؟“

”مجھے... مجھے... غولی مار دیجیے“

”اوہ سمجھی...“ عورت ہنس پڑی۔ آپ نئے میں ہیں شاید۔“

”میں شرب نہیں پیتا“

”تباہ تو یہ بندگ کا ہی نشہ ہو سکتا ہے؟“

وہ ایک گوئے میں جا بیٹھے قریب کی میز سخیل تھیں۔

انہلی پھر تپن کے بارجوں بی مارکا ہو تو ایک نکل آور کئی تھے اور
دروانے میں کوئی سے جو لخ کرنے والا جید کے فنازے نہیں بلکہ فردی
کے بے آواز دیوار کی کوئی سے زخمی ہوا تھا۔
پھر جب انھوں نے دیکھا تھا کہ دوسرا آدمی اُسی ہی رخ اگر کہ پڑا
ہے تو وہ بوكھلا کر بھاگ نکلتا تھا۔ اس با انھوں نے فاسکی آوازی نہیں
رسنی تھی۔
بے آواز ریتھوں کوئی درمرے آدمی کی رلن چھیدی تھی۔

فریدی ہٹ میں داخل ہوا۔

”ادھر تپ...؟“ حمیداً جمل پڑا۔ فریدی نے ایک اچھی سی نظر
لٹک پڑا اور اس آدمی کا تریکاں پڑا کہ احمدی جسے حمید نے کوئی کر
دکھا ہوا تھا۔
فریدی نے کہ کہے بغیر ایک باتھاں آدمی کے جیڑے پر رسید
کتے ہوئے لڑکی کو بہر جانے کا اشارہ کیا۔
”عہ! کمالے! نعمت اندازیں دروانے کی طرف دوڑ پڑی...“
اکھنے والا سامنے کی دیوار سے نکلا کفرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔
”تمہیں کس نے بیجا تھا؟“ فریدی اُسے تھوڑا ہو اغڑایا۔
لیکن وہ بیدی ہر کوئی جواب نہ دے سکا باتھوں سے بہت
نہ ہے ٹوٹ کو احتصہ سے صاف کرتے ہوئے اُس نے فریدی کی طرف
بے بی دیکھا۔

”مار داؤں گا ورنہ فوڑ جواب دو“

”ذمی تے۔ ذمی نے...“ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر گزارا۔
”ذمی کے گرفتے تعلق رکھتے ہو؟“
”زع... زی ہاں...“
”بازہنکا!“ فریدی نے دروانے کی طرف اشارہ کیا اور حمدے
بللا۔ بہر دوزنی بھی ہیں۔ اس آدمی سمیت انھیں کوتوالی لے جاؤ۔
ان کا بیان فوج کراف۔ یہی پکاش کی روپیت میں تھا لانا نام نہیں ہے۔
اس نیلم سے زیادہ سے زیادہ بھی بچا جائے گا کہ میں کہون گا؟“
”اوہ! انھیں بتاؤں گا۔“ حمید نے پوچھا۔

”وقت زمانیں کرو!“ فریدی نے خشک بھجے میں پوچھا۔
حمد نے قیدی کی مدد سے دونوں بے ہوش نیمیوں کو گاری میں
اکھر مزید ہیلات کیے۔ فریدی کی طرف دیکھا گیا اس نے باخہ ہلاک
اُسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی راہی۔

وہ ذمی کے مغلن سوچ رہا تھا۔ ذمی شہر کے بعد نام لوگوں میں
سے تھا۔ لیکن اس نے آج تک کسی سرکاری آدمی کے مذہنے کی گشش
نہیں کی تھی۔ بھوئی چھپے منیات کی غیر قانونی تجارت کرتا تھا۔

دروانہ اندھے سے اولت نہیں تھا۔ جید و روانے پر نظر ڈالتے وقت
پڑنے کا پہنچا کچھ سچھدا۔ پھر دیوانے کے قریب اک اس طرح کوں
دیا از ندواس کی اعٹ میں بھکھا اس نے دیکھا کہ لٹک دفتارہ ہم تھی ہے
اور دروانے ہی کی جانب گھوٹ کھا جا رہی ہے۔ جید بالکل دیوار سے
لٹک گیا۔ خلڑا۔ خلڑا... پھری جس سرگوشیاں کی تھیں۔

لیکن ایک بات پہنچے کہ فدا کا اسیں میں دیوار تھا... دیوار اور
کارخ لٹک طرف خدا اور اسکی کسی محنت میں طرح دیوالی کو گھوٹے
چاہی تھی۔ جید کو خدا شکن لٹکا گیا۔ اکھدا اسکی نظر اس کی
جانب کی خدا جا گئے۔ وہ بھی ریا اور بُر نظر جا گئے رہا۔ پھر بھی ہی وہ
ہاتھ شلنے تک اندر آیا۔ جید نے اسے اپنی گرفت میں لے کر بھوٹ
ریوالرچین لیا بلکہ اسیا بھٹکوایا کہ وہ آدمی انسا۔

”جیسا کام طلب ہے کہ اب تم جا سکتی ہو؟“

”میں اپنے ساختہ توہین تک تھی۔“ لٹک جھکا۔

”وہ لب ٹالیں نہیں آتے گا؟“

”میں اپنے ساختہ کیلئے جسکے حکم نہ کرنا“۔

”وہ گاری کی لے گئی ہوئے میں پہلی کوہن جا سکتی ہوئے آدمی نے
جواب دیا اور باہر والے کو کہہ اشارہ بھی کیا۔

اچانک حمید کو خیال آیا گیا۔ اس نے اشتعل میں اس کی

پوزیشن نہ تباہی ہو۔ دروانے کے پانچ زیادہ دیزین نہیں تھے۔ اگر

کوئی ان پر دیوالی کا مال رکھ کر فائز رکھا تو کوئی بھی دوسری

طرف نہ کل جاتی۔

وہ فریدی سے لٹک کر بھیجے ہے۔ جید اسی وقت اس نے

فاسکی آواز بھی سنی اور دروانے سے پر جو لخ ہوتے دیکھا۔ اس نے بھی

لٹک ہوئے دروانے کے باہر ایک قاتھ جھوٹک فالا۔ اور ایک

یعنی سچھی ہنڈی بھر کے گرنے کی آواز آئی اور ستانہ جا گیا۔

لٹک کے حق سے سچھی طرح کی آوازیں نہیں کل رہی تھیں۔

فرش پر گئے ہوئے آدمی نے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن حمید کی

خوکار سپنہ ہی اس کی کھوبی پر پڑھ کی تھی۔

فریدی اُسے دیدہ دالنیوں کے لئے میں توہین جو نک ملتا

تھا۔ اس نے اسے یہی پکاش کے ساختہ میں دینے کے بعد اس پر

نظر رکھی تھی۔

اس وقت بھی الگ رہ ہے۔ کبھر موجود نہ رہا ہوتا تو حمید

لٹک نے شیریکی کی اولیٰ نیز پر کھدی تھی اور جید کو توہینے ہے جا۔
رجی تھی جو نیز دیجداں نے پچھا کر دیا۔ ماحب بکھل گئے
تباہی تھے۔ اسکے بکھل کیا تھا؟ بھی نہیں پوچھا۔
”تھیں بھی میں ملے تھے“۔

”خود ملے تھا... یا تم میں میں؟“

”خود دیکھ کر مجھے یہ سچھ جو ناپلاع“۔ اسی پتھرے تھے۔

”سیرا خیال ہے کہ اس وہ واپس نہیں آتے گا؟“

”لوپھر۔ کہاں اس کی کھوئی ہی بھیجی تھیں تکانی۔“

”پھر کہ اب میں اتم کن پاہتا ہوں؟“

”لٹک بچہ بنویں۔“

”اس کا مطلب ہے ہے کہ اب تم جا سکتی ہو؟“

”میں اپنے ساختہ توہین تک تھی۔“ لٹک جھکا۔

”وہ لب ٹالیں نہیں آتے گا؟“

”میں اپنے ساختہ کے قیام کیلئے ہے۔“

”وہ گاری کی لے گئی ہوئے میں پہلی کوہن جا سکتی ہوئے۔“

”خدا کسکرا دار لٹک جیسا۔“ لٹک جھکا۔

”وہ نہ کیا...؟“

”وہ کیا ہے اسی کا باہب اکل!“

”وہ گاری کی لے گئی ہوئے میں پہلی کوہن جا سکتی ہوئے۔“

”میں پہلی کوہن جا سکتی ہوئے جاں کیا۔“

”وہ کیا ہے اسی کا باہب اکل!“

”میں اپنے ساختہ کے قیام کیلئے ہے۔“

”چھا بھائی...“

”وہ بھے اعماں کے ستر پڑی۔“

”چشم میں جاڑی جھوٹ پر اسماں نہ کار بولا۔“

”لیکن میں اتنی دوڑیے جاں لی؟“

”کہاں جانے؟“

”چھر...“

”چھر نہ کوئی جاڑی کوئی نہیں لفٹ دسھی دے گا۔“

”میں اپنے ساختہ نہیں پوچھ رہی۔“ وہ لٹک جھکا۔

”چھر کیا جاہنی ہو؟“

”اپنے ٹھنک را بونک کی قیمت...“

”لیا پر شیریکی کی بول کافی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی نے خریدی

ہوئی...“

”وہ کچھ کہنے ہی ڈالی تھی کہ دفتار اسی نے دیکھ دیا۔“

”جید نے قائم کے بہت سے باہر نکل رکھنے کی زحمت گواہا

نہیں کی تھی۔“ وہ جاننا شکر تھا۔ وہی کہہ دیجئے تو جید اسی دل سے

سلے گا۔

چھر۔ اور بھلک گئی۔ پھر جوستہ ہنخنے تھی۔ اور قائم نے دوپھ
ہاتھوں سے مٹھچھا لایا۔ چھر تو اسی معلوم ہجھا ہے۔ کہت کو اچھو ہو گی
ہو۔ پسیتے دبائے بُری طرح اس رہی تھی۔ دوڑا دوڑ کے لفک اُن کی
ٹھنڈتھوڑ ہو گئے۔

اتھے میں سمجھو ہو گا۔ ارادہ میرے گزد ہوا۔

”شیریت مسٹر عشرت...“ وہ میز کے قریب اکڑ کر اولاد۔

”آپ سے۔ بل... ملے۔ آپ سترقا تمہیں یا جھوٹتھے اسی

کے دھمیان بدقت جھوڑا لے۔“

سمجھو ہو گا۔ اس نے قائم کے ساختہ ہاتھ میں اسے لے لیا۔ اس کا اور سبھ

سمجھو ہو گا۔ اسی پر کچھ تھیں۔

”میں نے اکڑا خیس اپنے ہاتھ میں لے لیا۔“

”قیم دوٹھوں کے ساختہ؟“

”کٹل قریدی اور لکپن حیدر کے ساختہ کے ساختہ...“

”لوہ۔ سی ٹال۔ سیمیرے بھی دوست ہیں۔“

”ٹھنڈتھے سے ماختہ نہیں،“ اسی کیا دیکھیں ہیں؟“

”میں مل۔ سیاصل۔ سیمیرن جیتو ایگر جیسی میں پیر کے ہبکت ہی

میں موجود ہیں۔“

”اوہ! تو کیا اول اپ کا بھی ہٹ ہے؟“

”بی مل...“

”کہاں...“

”قائم نے اپنے ہاتھ کا باتا باتیا۔“

”میں مل توہین دوڑا۔“ بھر میں خشتت میں کار بولا۔

”جس میں جاڑی جھوٹ پر اسماں نہ کار بولا۔“

”لیکن میں اتنی دوڑیے جاں لی؟“

”کہاں جانے؟“

”چھر...“

”چھر نہ کوئی جاڑی کوئی نہیں لفٹ دسھی دے گا۔“

”میں اپنے ساختہ نہیں پوچھ رہی۔“ وہ لٹک جھکا۔

”چھر کیا جاہنی ہو؟“

”اپنے ٹھنک را بونک کی قیمت...“

”لیا پر شیریکی کی بول کافی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی نے خریدی

ہوئی...“

”وہ کچھ کہنے ہی ڈالی تھی کہ دفتار اسی نے دیکھ دیا۔“

”جید نے قائم کے بہت سے باہر نکل رکھنے کی زحمت گواہا

نہیں کی تھی۔“ وہ جاننا شکر تھا۔ وہی کہہ دیجئے کہ جید اسی دل سے

سلے گا۔

اگے بڑھی۔

”یہ کلمہ ہے ٹھوپی آزادی پر حلا...“ دُفْنی نے اجتاج کیا۔

”میں نے تین اس سے کو توالی نہیں بھجوایا تھا کہ تم مفاتیح پیدا ہو جاؤ۔“

”یہ دھاندیل ہے دُبڑھی ہے۔ میں ایک ٹھوپی مفاتیح کا آزاد

شہری ہوں۔“

”میں اس حقیقت کی تبدیلیں کر سکتا؛ فریدی سکلا۔“

”چھاڑھی سب کیا ہے؟ آپ کیسے بچھے بچھے ہیں؟“

”تمہیں اُس آدمی کا نام بتانا ہی پڑے گا، جس نے...“

”آپ کمل کرتے ہیں۔ کیا میں کسی کے باپ کا ذکر کہلیں... مجھے

کھوپی اس طرح استعمال ہیں کر سکتا۔“ میری بھی ایک جیشت ہے۔“

”کیا ہنا مکن ہے کہ تم اپنی جیشت سے زیادہ ملے کسی آدمی کا آذار

بن جاؤ۔“

”میں اس قسم کے لکھنے سے نہیں ہوں۔“ دُفْنی نے ناخوش گول

ہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے پر بڑائی سے کہا اور پھر اُس نے

”اس سے کچھ نہیں باچا۔“

”خواری پر بعد دُفْنی ہی بولا۔“ میں آپ، مجھے کہاں لے جا

ہے؟“

”کچھ دن تھاری صحبت سے میں بھی فیض اٹھانا چاہتا ہوں۔“

”میں پاگل ہو جاؤ گا۔“ دُفْنی جلاہست میں اپنے بال تو چھڑایا۔

”مناسب بھی ہی ہے یا فریدی نے کہا۔“ درد یہ قوم پاگل کتوں

کا جندہ کھلانے لگی۔“

”آخر اپ چاہتے کیا ہیں؟“

”دُفْنی... جیسی پانے باس کا نام بتانا ہی پڑے گا۔“

”آپ پھر یہ رومیں کر دے ہیں۔ میں خود دُخنوں کا بس ہوں۔“

”حالانکہ تمہارے کاروبار سے شیلہ ہی کوئی واقعہ ہو۔ اور کچھ دیر

پہلے تم نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ قوم پر امن زندگی گزار رہے ہو۔ تمہارا

کسی سے کوئی تعلق نہیں چھا بی دُخنوں ماتحت کہاں سے

پیدا ہو گئے؟“

”دُفْنی نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ جیسے سان سڑک پر تیزی

سُورج ہبت دُور دُخنوں کی قطار کے بچھے چھپنے لگا تھا۔...

یک بیک جیپ ایک کچھ راستے پر موڑ دی تھی۔

”اوہ... اوہ...“ دُفْنی مضطربانہ انداز میں بڑا یا۔“ پہ کیا ہو رہا ہے

۔۔۔ کیا ہو رہا ہے، میں سچ بگل ہو جاؤ گا۔“

فریدی خامقی سے دُنما سکیں پر نظر جائے را۔

”دیں تسلی ناہیواز میں رچپ بچکو لے رہی تھی۔“

آٹرا کار کچھ دیر بعد سفر ختم ہو گیا۔ ابھی مظاہریں دن کی جملہیں باقی

تھیں۔ اُقی میں فونگ نگوں کے لہریے چک رہے تھے۔

جیپ چند چھوٹے اڑیوں کے قریب ڈکھی۔

”میں اس حقیقت کی تبدیلیں کر سکتا؛ فریدی سکلا۔“

”چھاڑھی سب کیا ہے؟ آپ کیسے بچھے بچھے ہیں؟“

”تمہیں اُس آدمی کا نام بتانا ہی پڑے گا، جس نے...“

”آپ کمل کرتے ہیں۔ کیا میں کسی کے باپ کا ذکر کہلیں... مجھے

کھوپی اس طرح استعمال ہیں کر سکتا۔“ میری بھی ایک جیشت ہے۔“

”کیا ہنا مکن ہے کہ تم اپنی جیشت سے زیادہ ملے کسی آدمی کا آذار

بن جاؤ۔“

”میں اس قسم کے لکھنے سے نہیں ہوں۔“ دُفْنی نے ناخوش گول

ہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے پر بڑائی سے کہا اور پھر اُس نے

”اس سے کچھ نہیں باچا۔“

”دُفْنی پختا ہوا گلا اور اُس کے پیچے دُبڑھی کے ڈکھانگ لگائی۔“

”دُفْنی پختا ہوا گلا اور اُس کے پیچے دُبڑھی گیا۔“

”یہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟“ دُفْنی دُخنارہ اور اُس نے

”دیکھا فریدی! اُس کی طرف توجہ دیے بغیر چھوٹے اسکے داخل ہو رہا ہے۔“

”اب یک پہلوان اُسے دبوچے ہوئے تھا اور دوسرا اُس کے

”جنم کو فیتنے سے ناپ رہا تھا۔“ دُفْنی کی سمجھیں نہیں آرہا تھا کہ آخیر سب

کیا ہو رہا ہے؟ پہلوان نے اس کا جنم ناپ لینے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔

”اُس کی سمجھیں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کذا جانا ہے؟“ دُفْنی کھڑا

ہاپنارہ۔ اُسے میں فریدی بھی واپس آگیا، میں وہ اُس سے باکل لائق

نظر آ رہتا۔

”پہلوان نے قریب ہی زمین کی بیانش بھی کی اور نشانات لگا

کر کر انہوں سے ٹھوپی کرنے لگے۔

”دُفْنی دُفْنی کا ناپ کرہے گا۔“ اُس نے فریدی کی طرف دیکھا اور

”اُس کے دانت بخست نگے۔“

”یہ... یہ... اُس... س... س... کا... کیا... مم... مطلب...“

وہ اپنے اصل برقابلو پانے کی ناکام کوشش کیا ہوا ہکلایا۔

”مندی آدیوں کو گولی مار کر دفن کر دیتا ہوں۔“ فریدی نے

بچھوپ ولی سے کہا۔

”آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ قق... قق...“

”میں مٹھن بھوں دُفْنی۔“ تھیں بہت پہلے مر جانا چاہیے تھا۔

ٹھوپی ہو۔ اُتفاق سے تھا راہگیں ایسے لوگوں کے ہاتھیں رہا ہے، جو

تمہارے خلاف کوئی واضح ثبوت مہیا نہیں کر سکے۔ لہذا تھیں بہر حال

مر جانا چاہیے۔“

”میں کوئی دھنسی ہے؟“ دُفْنی خوف زده انداز میں حق پھاڑ کر

چھپا اور پریاک جانب دوڑتا چلا گیا۔ تھیک اسی وقت چھوٹے اسی سے دو

تین آدمی اور یار بامہ بھی اور اُس کے بچھے دوڑے۔ دُفْنی زیادہ دوڑنیں

جا سکا تھا وہ اُس کے بچھے بھوٹے پھر دیں لانے۔

پہلوان ان سب واقعات سے لائق تھا۔“ دُفْنی نے دوسرا آدمی پیسے

”میں بتاؤں گا۔“ میں بتاؤں گا؟“ دُفْنی تھوڑی در بعد چکا۔

”اُسے چھوٹے اسی میں لے جاؤ!“ فریدی نے دوسرا آدمی پیسے

”کہا۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دیکھ دیکھ کر دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

”دُفْنی دھکیں دھکیں۔“ دُفْنی کے ہاتھ میں سکھا کیا۔

<

”تمیں قائم کے ذمیع اس سے بل کا مراسم بڑھانے ہوں گے۔
پہلے اس کی عمر تائیں؟“
فضول باتیں نہ کرو اس دو لکھ میں تمیں اس کا خیال ہی رکھنا
پڑے گا کہ پوٹاں یا اس کے آدمی کو اس کا علم ہونے پائے۔
اگر پوٹاں ہیں جانتے ہے تو یہی جانتا ہو گا کہ قائم سے چار سے کچھ
تعلقات ہیں؟
”مشقول بات ہے ہر شدیدی ہر کسی موقع میں پڑ گی۔
جیونے کے پانچ میں تبا کو بھر کر لے سکایا اور پنکھے کے کش لیتا رہا۔
پھر کچھ درجہ احتراں والوں ایسی بات ہے۔ میں لیکن سے چار ہوں گے۔“
”یہی پرکاش سے دوری رہنا یہ
میں جانتا ہوں یا جیونے کیا اور کہ سے نکل گیا۔

☆☆

جیسے نے سوچا ہے لے دو رہی سے اندازہ کرنا چاہیے کہ سائیہ عذر
کسی فوت ہے؟ اس نے اپنے بھرے میں پلاٹک میک آپ کی مدد
سے توری سی تبدیلی کی اپنی گاڑی وینس کے نمبر پر لے اور ایک زیج کے
چکر کاٹنے لگا۔ قائمِ الجمی تک وہیں نیم دن جھر سہی میں رہتا اور شام
ہوتے ہی نکل کر ٹراوٹا اور سیدھا اپنگ کلب جاتا۔ سائیہ کی
کوششوں کی بنا پر وہ پانچ عددہ طور پر محض نالہا گیا تھا۔

لیکن جمین کے لیے دشواری ہتھی کہ وہ پر تبدیلی چنیت کلب میں
کیوں کر داخل ہوتا ہے تو اسی فورت میں مکن تھا، جب کوئی سبق نہ
اکے انہے سماں تھے لے جاتا۔

لیکن آج الفاق سے ان دونوں نے اپرینگ کلب کی بجائے
بیچ ہوٹل کا ائمہ کیا اور جمیع کو بھی ان کے تربیتی چکے مل گئی۔ دونوں
میزبان اسٹنے فاصلے پر تھیں کہ ان کی گفتگو پاسندی شئی جا سکتی۔

قائم کے چہرے پر آج بلا کا نجھار تھا۔ چند دنوں پہلے کی سی
مردگی کا شان بھی نہیں ملتا تھا۔ خواہ مخواہ پاچھیں کھلی پڑتی نہیں۔
تم پسے گرب سے نہیں گئے؟ دشتری سائروں کے اسکے طرف
خراکر لو جھا۔

لئی دلوں سے ہے ”
کسی نے شہر تھیں ملی ؟ ”
تو ان پہتائپر... میں نے فون رہ دیا تھا کہ میں یہاں نہوں
میں میرے بیوی سے ملنا چاہتی ہوں ؟ ”
جہد نے محسوس کر کے قام کم نہ روں نظر آنے لگاے۔

بیعت بنتے ہیں ۔
”مشائیا...“

”کیوں...؟ بعض اوقات لستے ڈڑھے رہا جاتے ہو۔ کیا ملڑی
میں نہیں ساندھ کی تربیت نہیں ٹھیک“
”اوہ معاف کیجیے گا۔ میں پھرے کئی دلوں خداونگر رہا ہوں“
فریدی رکھ کر ہو جو جرائم رکھ رہا ہے۔

لیکن جناب... مہید نے پچھے دن ب بعد اسے حاصل کیا۔ ”اگر اُنم
تھا کہ آپ نئے ہیں تو وہ حصولِ متفہد سے پہلے ہی کیوں بھاگ نکلا تھا؟“
” غالباً اُنم اس دستی بھر کی وجہ سے یہ سوچ رہے ہو؟ میرا خیال ہے کہ
اُس نے وہ اس لفڑیں کے ساتھ رہیں پہنچنا کا تھا کہ میں اُس کا تعاون کر دے
ہوں۔ اگر بیانات ہوتی، اسی وقت تم بھینگ لگائے جو بیس پوسی طرح زدہ میں
آ جاتا۔ اُس نے سوچا ہوا کہ اگر وہ محض کوئی راہ گیر ہے تو وہ شدت زدہ ہو کر
وہیں کا دیہی رُک جائے گا اور اگر میرے آدمیوں میں سے ہو گا تو وہ بھی
اس خیال سے تھا کہ جاری رکھنے کا ارادہ ملتی کر دے گا کہ معاون
کے پاس دستی بھر بھی ہیں۔“
”بھر حال آپ کے پاس کافی واضح ثبوت نہیں ہے کہ میر جو پمان

”کلی ثبوت نہیں ہے، دردہ میں بھاں نہ ہوتا ہے۔“
”اب کب تک اس طرح پہنچتے رہیں گے؟“
”اس کیس کے اختتام تک... خواہ خواہ بات نہیں بڑھانا چاہتا۔
ڈی- آئی- جی بدھیز ہے، اگر فرپر شندز تک سے بدکالی کر دیجتا ہے۔
لیڈی پرکاش والے کیس کی تقدیش بذاتِ خود کر دیتے ہے۔“
”میں نے تو ابھی تک موقع ہی نہیں دیا کہ مجھے طلب کسکے ہے۔“
”جید بولا۔“ مجھے اگر شگلے پر طلب کرے تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔“

”کیوں...؟“
”شاید آپ اپنی طرح سارے ہی آفسروں کو خیر نہادی شدیجھے ہیں؟“
”اوہ...“ فرم دی مُسکلایا۔ ہارٹھ نے اُس کی بڑوی کے حُسن کی

تعریف سنی ہے ۶
بس اسی طرح و فتاویٰ ایسی باتیں جی سخنے رہا کچھے... شاید
اللہ کرم کری دے آپ کے حال پر ۱۰۰۰

”جیہد...“ دفتار افریدی اس طرح بولا جیسے اس کی بات سنی ہی نہ
ہو۔ ”کم، تاکہ میں ملو... آج کل وہ بھی اپرنسنگ ملبہ میں دیکھا جائے
ہے۔ اُس کے ساتھ ایک عورت ہوئی ہے، مہاجرہ عزیزت۔ عزیزت یعنی
چیزیں ہامک انہی کیش کی جویں...“

دھنے بچیر بکم کوئی قدم نہیں ٹھاؤ گے یہ
اوکے پاس... «جوہان ملکیا یا۔

جیسا کسی نہم دلار تھا فرمی تھے ہے نہیں زک کر بولتا اب
فی الحال میجر ووہاں کے خلاف میرے پاس کوئی ثبوت نہیں
کیوں ؟ محمد نے سرا شاکر کیا ۔ دفعہ کہا گا

اُس کا بھم جھٹی پوکیا تھا۔ اندھرے میں انہ نہ نہ سوکار دھاڑتے
کر پھاٹے یا

”بچہ لاگلیں سے کتنے زخمی ہوئے؟“
”کوئی بچہ نہیں...“ فریدی نے مگر سداگا کہا۔ ”بلیک فورس
کے آڈیولے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہاں پسندیدگی پر اٹھ
کر بچوں کے چڑیاں گے؟“

پلیک نورس...! مجید تے خشکی سائنسی۔ آخر اُن سے کب
شرفت ملاقات حاصل ہو گا یہ
فریڈی کھٹکی سے باہر دیکھ دیا تھا۔ وہ کار جام کے ایک ہوٹل
میں منجھے تھے۔

اب... و محمد کی طرف مُرگ بولائی پیکاش... لیکن وہوں
اسی بات کی ثہاوت دے سکے گی کہ اسپرینگ کلب سے ہیر و سن تقسیم
ہوئی ہے؟

چلیوی کافی ہے مگر کیوں۔۔۔ کیا وہ اس کی شہادت نہ دے
گی کہ ہمیں قتل کر دینے کی ایک سماں تھی یا

اس سے بھی بات نہیں ٹلتی ہے فریدی کچھ ہو چاہو ابولا۔
پھر میں طرح بن پڑے ہنا ہے یا جیونے لے پڑاں سے شانتوں
کو ٹھنڈش دی اور میر پر سے چن آپ کا پر چاؤ مخاکر تصوریں دیکھنے لگا۔
”تم نہیں مجھ سکتے یا فریدی کچھ دیر بعد بولا۔ یہ انکشاف پہت پُرانی
پلات ہے کہ اپنے نگل کلب عیاشی کا اڈہ ہے یا وہاں سے ہیروں
لُفڑی ہوئی ہے۔“

”اچھا تو نئی بات ہی بتاؤ پکے، اس طرح آپ بھی بکے ہو جائیں
گے اور میں بھی خود کو خاصاً تاریخِ اقبال محسوس کرتے رہوں گا۔“

تماہیک میتوں بت پر رہنی دال بچکا ہے ॥
”سحر ک تھا ویر ... ۱۰ جمید نے لو چھا۔
” ماں ... وہ شخصیں اشام کے ہیں ... جیسیں ترتیب دینے کے

نہ تاریخی نہ رہو گئی۔
اب عقب نہ اپنے بانکل تاریک تھا۔
بچوں دیر بعد جب پہلی سڑک پر آئی یعنی ابھی ویرانہ کامیونٹ
نہیں ہوا تھا۔ اسکا سیاہ بادلوں سے دھکا ہوا تھا اس لیے تاروں
کی پچھاؤں بھی مفقود ہیں، اور نہ وہ شاید کاٹی کی تمام روشنیاں بھاولیتی
پتا نہیں اُس کی تھی، باتا وہ تھی کہیں تھی یا نہیں، لیکن اب عقب نہ
آئی تاریکی تھا۔

لائت کے نہیں بیٹھے تھے مایپرینگ نائنٹ کلب کا مالک پیر جوہان
جنہیں سورج تھا۔ حالانکہ کلب میں اش و فٹ بھی روشن تھی۔ وہ اڑھائی
بیٹھے کے سفر میں اپنے اسٹینٹ کو چارچ دے کر تیسرا منزل پر بھئے
چلا جاتا رہتا۔ تیسرا منزل پر صرف دو لکر کے تھے اور بقیہ تھے میں صحنی
پہنچ لیا گوا تھا۔ وہ لکر کے کا دروازہ شُفَقْل کر کے نہیں سوتا تھا تاکہ فروخت
کیلئے پہنچے پاساں جگایا جاسکے۔ جگائیے والے کے اُسے آواز ہی دیکھتے
اُج ملکی نے چھپوڑ کر جگانے کی بُت نہیں کی تھی۔

پھر ایسی صورت میں وہ آپے سے بامہر کوئی نہ ہو جائے۔ جبکہ
اسے چینہوں کے جگایا گیا ہو۔ وہ کسی دشمن کی طرح غراٹا ہوا اُنھوں پہنچا۔
لیکن جب چکانے والے پر نظر پڑی تو اوس ان خطا ہو گئے۔

سرتاپا سیاہ نقاب پوش نے ہاتھ کے اشانکے اُسے بیٹھنے
اچانست دی اور خود سلسلتے والی گرسی پر جا بیٹھا۔

جو ملک سر راست کی کے نام میں اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ آخر تعقاب پوش
ولایت کم بہت زیادہ شیر مختال ہو گئے، تو یہ
دشمن خدا - ۲۰ - جلا

لے، ایں بھا، جناب علی...!
”لیسے لہوں سے کیوں کام لیتے ہو، جو بعد میں سب کچھ آگلی دس؟
”یک جناب، وُقُفٌ نہ توا پسے ان ادمیوں کو پہچانتے ہے انکار
دما بھا“

”خالدہ۔ فریدی نے اس سے محب کچھ اگلوالیا۔“
”جب۔۔۔ جو مان نے تیرت سے کہا۔۔۔ وہ تو عنہا نت پر رہا بھی تو

کا ہے۔
”فیہی اُسے ان لوگوں کے گیا تھا، میں نہیں جانتا کہ ان کے
لئے کیا ہے۔“

یہ تو اچھا نہیں ہوا ॥ بُوگان نے پُر تشوش یہی میں کہا۔
”دارنگ...“ تقدیب پوش ٹائٹل اسٹار بولایہ مجھے اُنلاع

سائزہ حجز و عدی اُس کے ماتحت اعلانی بھی قائم کے حلقے سے گاہوں
کا لوفغان امداد راستہ پر قبول اس کے کوہ اٹھ کر دروازے نکل ہنچتا۔ اُس
کی گاری استاد ہو کر آگئے بڑھ گئی۔

بیچ ہوں کے پار کنگ شیدی میں گاڑی روک دی گئی۔ پہاں جید
کی اپنی گاڑی پہلے سے موجود تھی۔ اُس نے پھر سائہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی
گاڑی میں آبیجا۔ اُس نے اس پر اسماج نہیں کیا۔ جید جانتا تھا کہ اس
نسیلیں لمحے سے فائدہ نہ اٹھایا گی تو پھر کری طرح بھی کامیابی حاصل نہ ہو
سکتی۔

اپنی گاری استاد رکھتے ہوئے اُس نے پوچھا۔ آپ کو ہمار
چھوڑ دوں؟

کہیں ہی...؟ اُس نے ہاتھتے ہوئے کہا۔

نہیں بے تکلفی سے فرمائی۔ «جید بولا!» میں نے اس وقت
آپ کو ایک بہت بڑے بجال سے خلاں سے خلات دلائی ہے۔ میں اس آدمی کو
اپنی طرح جانتا ہوں۔ پسے سرے کا الحق ہے۔ دوسروں کی ہمدردیاں
حاصل کرنے کے بیچ طرح طرح کی حرکتیں کرتا ہے۔ پتا نہیں آپ سے
کیسے دوستی ہوئی ہوئی؟

آپ کیجا نتے ہیں، اُس کے بارے میں۔؟ سائزہ نے پوچھا۔
سیٹھ عالم کا لڑکا ہے۔ قائم نام پہنچاں ہم میں بعتا بھرتا ہے کہ
اُس کی شادی زبردستی ایک ایسی لڑکی سے کر دی گئی ہے، جو اسے پسند
نہیں۔ ان کے درمیان زن و شوہر کے تعلقات نہیں وغیرہ وغیرہ...
ایسی ہی بہت سی بائیں...»

تو کیا یہ جھوٹ ہے؟

پتا نہیں...، جید نے پر وائی سے کہا۔ یہیکی اتنا جانتا ہوں کہ
اکثر خواتین اس پر رحم کھا کر اپنی زندگی خود ابھین کر لیتی ہیں۔

میں نہیں سمجھی...؟

یک واقعہ سُننا ہوں آپ کو۔ شاید آپ اس سے کچھ ماندا
رسکیں۔ ایک بار آپ ہی جیسی ایک فریقت خالقون کو اس سے ہمدردی
ہو گئی تھی۔ یہ حضرت ایک بار اخیں اپنے گھر پر مدعوگر بیٹھے۔ یوں سے
شاید کہ دیا تھا کہ ان کے کسی دوست کی سچم ماجہ تشریف لا رہی ہیں۔

یوں نے دعوت کا اہتمام کیا، یہیکی ماتحتی اپنی چند سہیلیوں کو بھی
دعو کی۔ ایک آنکھ عمارتی گئی، وہ ماجہ تشریف لائیں۔ باقاعدہ
میں اُن سے اگلوں ایسا گھا۔ کہ وہ قائم کے دوست کی یوں بکر خود
قائم صاحب کی دوستیں ہیں۔ بس پھر کیا تھا، پٹ پڑی سہیلیوں بیٹت
چاہتا تھا دروازے کے قریب ہنچ کر اس نے کہا۔ اپنی گاری بیچ ہوں
کے پار کنگ شیدی سے مٹکا یہی کا۔

ان بھنوں نے تو سچم ماجہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔

ہوں ہیں تشبہ ہے کہ نیچہ کوں میں غیر قالوں نو پر بھنگ فروخت ہوئی ہے
آپ کی اس حرکت پر میں سمجھا تھا کہ آپ بھی بھنگ پیے ہوئے ہیں۔

”بین لیں! کھاموш۔“ قائم طلق پھاڑ کر دھاڑا۔
”تم خود خاموш رہو میں گفتگو کروں گی!“ سائزہ ماتحت اٹھا کر
بولی۔ پھر جید سے کہنے لگی۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ انھوں نے قطعی
کوئی نہیں استعمال کیا۔ بس کبھی کبھی ذہن پہنچ جاتا ہے، مجھے
اپنی طاقت دھکار ہے تھے۔

”لاکول ولacco...“ جید بولا سائزہ ناکہ بولا۔ بھی حرکتیں گھر
پسکی جاتی ہیں۔ اگر آپ لوگ کی پریس پورٹ کے سمتے چڑھ جلتے تو
بیچ کے انبالات میں بڑی بڑی سرخیاں نظر آتیں۔ شوہرنے یوں کوسرے اونچا
اٹھایا۔ بیچ ہوں میں سرکس و طبرہ و نیزو،

”میں ان کی یوں نہیں ہوں!“ سائزہ جلدی سے بولی۔ یہ میرے
دوست ہیں۔

”مجھے حیرت ہے اس دوستی پر...؟“
”میں تھیں جان سے مار دوں گا، میں...“ قائم استین سمجھتا
ہوا اٹھا کر۔

جید بھی کھڑا ہو گیا۔
”ارے... اے...“ سائزہ بولا گھٹا۔

”نہیں، آپ پوچھ رہے ہیں!“ قائم، اُس کی طرف مڑ کر خڑا۔
جید لیکھ لافت ہٹتا ہوا بولا!“ آئیے، آپ پسے سرے کے

گھسے ہیں۔

قائم نے چھپت کر پوری قوت سے گونساما!... اور جد نہایت
الینان سے ایک طرف بہت گدرا۔ تیج یہ بھاؤ کہ میاں قائم اپنے ہی زور
یں نہ کے بل نیچے پھٹے آئے۔ غصتے نے پہلے ہی حالت بھاڑ کر گئی۔
لہذا اس قابل دفعہ کے ساتھ اچانک گر پڑنے کے بعد جلدی سے اٹھ
جانے کا سوال ہی پیلا نہیں ہوتا تھا۔

”یہ حالت ہے، طاقت کی...“ جید سر ہلا کر سائزہ سے بولا۔ سیرا
دوٹی ہے، اگرچہ لٹک رہے پر ایک لٹکی بھی رکھ دی جائے تو گئی
بلعہ ہی کی طرح ناٹھیں پھیلائے پڑے رہ جائیں گے۔ چلے آپ...
میرے ساتھ...“

جید نے سائزہ کی طرف ماتحت بڑھا۔ اور اس نے بکھار کا ٹھکر پکڑا
بھی لیا۔

جید، قائم کے اٹھنے سے قبل ہی اے وہاں سے نکال لے جانا
چاہتا تھا دروازے کے قریب ہنچ کر اس نے کہا۔ اپنی گاری بیچ ہوں
کے پار کنگ شیدی سے مٹکا یہی کا۔

یا بھیڈر خانہ...“ دوسروے لوگ دوسرے ہی تماشہ بھروسے تھے۔

قائم پولیس کے نام پر بوجھلا گا اور بدر تک اُس کے ماتحت یجھے ہونے

لگے۔ بالآخر گسی نہیں پر بھی اور سارہ اس طرح اچھل کر کھڑی ہو گئی،

بچے جل اٹھی ہو۔ اُس کے چہرے پر سر ایسی کے آٹھا تھے، غالباً سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ اُن کی ناچاہا ہے، ان بھنوں کی نظر سے کیسے اچھل ہو جائے؟

”اب آپ دونوں فرائیں چلے ہیاں سے!“ جید نے کہا۔ ورنہ یہاں
کئی پریس پر موجود ہیں جو آپ دو فوکو گھریں گے۔

”اوچی ہاں... پلیے پلیے...“ سائزہ جلدی سے بولی۔

”وہ بارہ آئے...“ سائزہ جلدی سے قائم کی گاٹکیں بیٹھنی اور جید
اگلی سیدھی کا دروازہ کھوول کر بیٹھنے لگا۔ دفعتاً قائم سکلا یا۔ آپ... آپ... آپ

”قہاں... بھائی صاحب...؟“

”بھائی صاحب بھیل آپ...“ جید نے بھی پر وائی سے کہا۔

”بھروری باتیں کروں گا۔ حکمہ آیکاری کا پرمنڈنٹ نہوں!“

”بیات نہ بڑھاؤ!“ سائزہ بھلی سیٹ سے منٹا۔

”آپ کہیں تو بیٹھنے ہے؟“ قائم غرماً بیدور نہیں تو پولیس اپنکردا

کی ٹھیکنے پر دیتا ہوں۔ یہ آجخاری والے ہیں!“

”بھی مل جی ہاں...“ جید سر ہلا کر بھلی نشست سے آواز

آئی۔ آپنے ہٹ میں چلو!“

کارچل پڑی۔ قائم کا ہٹ نیلہ دوڑھیں تھا۔ جلد ہی ہنچ گئے۔

یچے اترے ہٹ میں داخل ہوئے میں سائزہ دم بخود تھی۔ وہ دلوں
بیٹھ گئے، تیکن قائم کھڑا۔ احمد کو خور رہا تھا۔ جید نے اُس وقت آواز

بدنتے میں کمال کر دیا تھا۔ کیا بھال کر دیا سی بھی لغزش ہو جاتی۔

”اب فرمائیے جناب؟“ وہ آنکھیں نکال کر بولا۔

”آپ پہلے۔ شریف تو رکھے!“ جید نے کہا۔ اور یہ بتائیے
کہ جناب نے کون سانگ استعمال فرمایا ہے؟

”میں نے لغو و شوہر نہیں استعمال کیا۔ تھیے جاؤ پھر پھاپ
ہیاں سے...“

”مخرمہ اکیا آپ اس سٹلے پر رعنی ڈال سکیں گی؟“

”میں عرض کروں، بے حشر منہ ہونا پڑا ہے۔ انھوں نے کوئی
نش استعمال نہیں کیا ہے میں ایسے ہیں!“

”الگا بسے ہی میں تو مجھے بے حد افسوس ہے۔ آپ کو اکثر
پریشاںیوں کا مامنا کیا پڑتا ہوا گا؟“

”امسے تم جاؤ نکلو ہیاں سے۔ بڑے آئے۔ آپ جناب
کرنے والے... جاتے ہو یا بلاؤ بچوں کی بیدار کو...“

”محاط ہو کر گفتگو فرمائیے جناب۔ میں ایک ذمہ دار آفیسر

”مک... کیوں...؟“ فہمکلایا۔

”بس یونہی...؟“

”قوئی جوڑت نہیں...“

”کیوں...؟“

”اوہ... مم... مطلب یہ کہ وہ بہت بقیہ رہے خواہ خواہ...“

”کیا خاغاہ...؟“

”آپ سے اتنے لگے بھی میرے ملنے والیوں سے خارکاٹی ہے؟“

”اور بھی ملنے والیاں ہیں؛ سائزہ نے پوچھا اور قائم بڑی طرح
بوکلا گا۔“

”میں نہیں۔ قئی بھی نہیں۔ وہ ایک نریں کی لڑکی ہے، آئی
ہے کبھی بھی، کہتی ہے مجھے بادو کے کھیل دھکاؤ!“

”جادو کے کھیل...؟“ استفہام میں حیرت تھی۔

”میں مل... ہی، ہی ایسی... وہ میں وہے کے گوئے نکال سکتا
ہوئے منہ سے۔ رائفل کی تال قور دیتا ہوں، زخمیں توڑ دیتا ہوں!“

”اچھا...“ وہ ہنس پڑی۔ ”ذرانکلیے تو گوئے...؟“

”یہاں قہل... وہ تو ترقیب ہوتی ہے؟“

”زخمیں بھی تو ہو دیتے ہیں؟“

”ہاں میں بہت طاقت ور ہوں۔ بھہریے... میں دھکتا ہوں!“

”میدنے گھوں کیا کہ اُس کی ذہنی روہیک گئی ہے... ایسے
موقع پر ہمہ سے پر خاص قسم کے تاثرات ہوتے تھے۔“

”وہ اکھر سائزہ کی رُسی کی لپٹت پر آیا۔“

”کیوں... کیا بات ہے؟“ سائزہ نے مڑ کر دیکھا۔

”بن، آپ سامنے ہی دیکھتے ہیے۔“ قائم نے بڑے غلام سے کہا۔

”جید کہ گھوگھیا اتنی شدت اس حورت کی... وہ پاکل ایسے ہی ملزاں
میں گردن گھا کر سامنے دیکھنے لگی، جبکہ اس میں ارادے کو قطبی محل ہے۔“

”دیکھتے ہی دیکھتے قائم جھکا کو رُسی کے پچھے پائے بچہ کر اسے
رُسی سیست اور اٹھاتا چلایا۔ حقی کہ رُسی سرے جلد ہو گئی۔“

”اسے... اے... اے...“ سائزہ کی زبان سے متواتر لکل لکل۔

”تلہ بنتے بھی تھے، تھیر آمیز سنجیدگی کے ساتھ تو جہ ہو گئے سائزہ
کی عجیب ملات تھی، جبکے پر ایسے ہی تاثرات تھے جبکے بھرے مجھے
میں خود کو چند مسوس کر دی، جو چھٹے سوچا، کھیل بھاڑ دیا، گینٹ

نے... اب جو یہ بھل گئی تو بھی منہ بھی ذکر سے ہی، اس کی طرف ہلدا
جھپٹ کر قائم کے قریب پہنچا اور آہستہ سے بولا۔ یہ کیا کہ رہے ہیں
آپ... پنچھے آتائے، ورنہ میری پولیس کو طلب کر رہوں گا۔ یہ ہوئی ہے

جید خاموش جو جیسا تھا۔ مادرہ بھی کچھ بدل کر جو بعد جسد نے پوچھا۔
اپ سے کہے ملاقات ہوئی تھی؟ ”
”بس کیا تاتفاق؟“ وہ جسماں ہوئی آوازیں بیلی، پریاں رات کاڑی
پر اسی سڑک سے گزردی تھی کہ کنارے پر ایک گائی کھڑی تظرافی۔ کوئی
اس میں بیٹھا اور زور سے رورتا تھا۔ امیرکرد دیکھا تو بھی حضرت تھے۔
جید بے تحاشا ہنس پڑا۔ دریاک بہستار تھا۔ پھر لولا اہدی یعنی حکیم
کے دھوکیں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور پھر سنا تالہتے اپنی دکھبری
داستان اور حضرت صاحب پیش اچھے متعلق بھی تھی بات بتادول۔ میر العلق
محکمہ آنکاری سے نہیں، میں توایک سید حسام الدین مصطفیٰ ہوں۔ اپ کو
ابن حنبل دیکھا تو سچا تھا۔ پہلی بار بھروسے کچھ میں پڑنے سے ہے ہی
آپ کو والی سے نکال لے جاؤں“

”میں بے حد شکر گزار ہوں، جناب؟“
”آپ نے اب تک نہیں بتا کہ آپ کو کہاں جانا ہے؟“
”اگر شری طرف جا رہے ہوں تو اپنے نات کلب میں جو نعمی
گانبری کا اسکی آج ہی سروں کے لیے گئی ہے۔“

”بہت بہتر...“
”آپ کا اسٹوڈیو کہاں ہے؟“ مادرہ نے پوچھا۔
”تار جامیں۔ تہرانی پسند آئی ہوں، کبھی شہری آجا تا ہوں؟“

”لات کا کھانا کھایا ہو تو میرے ساتھ کھائیے پرنگ کلب میں؟“
”میں مجھنہیں ہوں؟“
”کسی بھی مجرم کے ساتھ آپ والی جا سکتے ہیں؟“
”میرے نے پہلا اتفاق ہو گا۔ دراصل میری تفریحات مختلف
ہیں۔ ہر بھرے میدان لگھنے جیل میں تفریخ کاہیں ہیں؟“
”چھپیے میں جنگل کی سرگوشیاں ہی میرے لیے اعلیٰ تھیں...“

لیڈی پر کاش ابھی سمعن نہیں تھی۔ بہت میں تباہتی اور اُس کا
چھپنیزی صوفے پر راونگر رہتا۔
دفعہ دار وانہ کھلا اور اُچھل پڑی۔ وہ دو رازہ مُقفل کر
کے بیٹھی تھی لیکن یہ ہر اُنفل تھا۔ باہر سے بھی کھوا جاسکتا تھا۔ لیکن اُس
کی بُجھی کو بھی نہیں دی تھی۔
پورا دروازہ کھل جانے کے بعد کوئی داخل ہوا۔ ابھی نیل
اور مددجم روشنی میں وہ اندازہ تک رسکی کہ آنے والا کون ہے؟ ... پھر
دفعہ اُنکرے کا دوسرا بدبب روشن ہو گیا اور آنے والا منہجت کے
ساتھ اُس کی نظول کے سامنے تھا، سرتاپ اسیا۔ صرف آنکھوں کی جگہ
دو سو رانی تھے، جن سے دو خونکل آنکھیں جھانک رہی تھیں۔ چھپنیزی
غراہا ہو اسوفے سے اٹھا لیکن دوسرا ہے یہ تھے میں ایک کریب سی آفاز
کے ساتھ ڈھیر ڈھکتا۔ آنے والے کا بے آواز یلو اور اُس کی طرف اٹھا تھا
ہلکی سی سرچ اسٹمنی میں تھی اور اسی چھپنیزی پھر نہ اٹھ سکا۔
”پس پہ... گل... کیا...“ لیڈی پر کاش نے کہنے ہوئے کہ کہنے
کی کوشش کی۔

سیاہ پوش کا اسٹھر اس طرح اٹھا جیسے وہ اُسے خاموش رکھا
چاہتا ہو۔ لیڈی پر کاش دم بخوردہ تھی۔
”وہ آہتہ آہتہ اُس کی طرف بڑھا لیک،“ اسے ریو اور سید حاکم
ہوئے دوسرا لامعاً گئے بڑھا کر اُس کی گردن پکڑ لی اور اسے دبا رہا۔
حقی کے لیڈی پر کاش کی آنکھوں میں اندر پڑھنے لگا۔ پہاڑیں کسی گرفت
حقی کے ذریسی دیر میں وہ بے جان سی ہو کر رہ گئی۔ سیاہ پوش نے اُسے
انٹا کر پہنچے کامنے سے پر ڈالا اور ہونج بورڈنک ایسا چڑکرے میں گھری
تار بجی چھا تھی۔

**
سرنہای کا کپاٹنیں داخل ہوئی تھیں کہاں میں اپنے طور
سے نکل کر پوسچ میں داخل ہوا۔ شاید روزا اُسے رخصت کرنے ہی
برآمدے تک آئی تھی۔ حیدنے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر لجن، اسٹارٹ کیا۔
سرنہای کا پیشہ جس کے باہری نکتھی تھی، وہ حید کو جاتے دیکھتا رہا اور
جید کے اندازے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے اُسے دیکھا ہی نہ ہو۔
اُس کی گاڑی پیچاگ کھنڈتھی تھی۔ روزا... سرنہای کا گاڑی سے
انٹنے ہوئے دیکھ کر برآمدے ہی میں رُک گئی تھی۔

سرنہای اُسے تیز نظر میں سے دیکھتے ہوئے برآمدے کے نیتے
ٹھیکے اُس کے قریب بیٹھ کر رُک گیا۔ وہ بھی اُسے ناخوش گوارنڈا
میں گھوڑے جا رہا تھا۔

یہ سب کچھ غیر متوقع طور پر ہوا تھا۔ حید سوچ بھی نہیں سنتا تھا کہ
تنی جلدی کامیبل ہو گئی، نقاہمکی ذہنی رُوہنکی اور نہیہ موقع نصیب
ہوتا۔ ہر جملہ حید دلی مل میں اپنی پیٹھ پھونک رہا تھا۔

”کیا گہرہ رہے ہیں ہیں؟“ روزا بھی سمجھ کر بولی۔
”میں ملازموں سے کہہ دعویٰ کر دے۔ وہ جب بھی پہلی آئے، اُنھاگر
کے باہر رہیں گے دیکھ دیں۔“
”آپ نہیں کر سکتے؟“
”کیوں...؟“

”آپ میرے کسی دوست کی قویں نہیں کر سکتے؟“
دھنیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

روزادم بخود بیٹھی رہی۔ مانسیں تیزی سے چل رہی تھیں اور جہڑہ
تُرخ ہو گیا تھا۔ شیلہ زندگی میں پہلی بار باب سے اس طرح گفتہ ہوئی
تھی۔ ایسے مُؤمنیں اُس نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نکبھی اتنی بلند آواز
میں بنتے رہتا تھا۔ اُس کی دلستی میں وہ خوبی ایسی پھٹکنے نہیں پیدا
ہونے دیتا تھا جس سے اُسے غفران آئے اور دو لاپتوپ میں تیزی پیدا
ہونے کی بنا پر خون کا دباو پڑھ جانے کا اندازہ ہو۔
بہرحال، اس وقت غصتے سب سے حال ہو رہی تھی۔ دفعتہ اُنھی اور
خون کی کم برداشت کرنے لگی۔ پھر ماڈھنہیں میں بیلو: ”بیلو... ہوں
ڈی فرانس۔ روزا فریڈنک کے نام سے ایک کراہب کر دو۔ میں تو نہیں
دیکھ بھئیں ہی ہوں!“ یا لیور کر کر دل پڑے کمرے میں چلی آئی اور
ایک سوٹ کیس میں پڑے رکھنے لگی۔

*
بالآخر حید آئی جی کے ذفتر میں طلب کر لیا گیا۔ فدائی بھی بھی ہو
گئی۔ آئی جی تباہت کا۔ اُس نے سر کے اثاثے سے جلد کو بیٹھنے کی اجازت
دی۔ سب سے پہلا سوال فرمی کے متعلق تھا۔
”نوجہ علم نہیں ہے، جناب کو وہ کہلیں ہیں میں اس سلسلے میں پہلے
ہم اپنا تحریری بیان دے چکا ہوں؟“
”تم نے لیڈی پر کاش کی روپورٹ دیجی تھی؟“
”جی، مل جا بے...؟“

”لیڈی پر کاش سے متعلق کوئی نہیں پیدا کیا...؟“
”میں نے اُس کی طرف دیکھا ہی نہیں دیا۔ جو جنات ہی نہیں کر
سکت، کیونکہ خود دی، آئی۔ جی صاحب، اُس کے معاملے کو دیکھ رہے ہیں“
”وہ پہلی رات سے غائب ہے۔ اُس کا پاتوں میں جیدنیزی بہت میں
مزدہ پایا گیا ہے کسی نے اُسے گولی مار دی تھی۔ بہت میں پانے جانے
والے آثار ظاہر کرتے ہیں کہ وہ زبردستی کیسی لے جانی تھی، ہو گی؟“
”جید نے خواہ خواہ جھرے پر سڑا سمجھی کے تاثر پیدا کرے۔“

”یکن ہیں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس میں فرمی کا ہاتھ ہو گا؟“
”آئی جی نے حید کے چہرے پر نظر چھلنے ہوئے کہا۔

”یہ یہیں روزانہ کیوں آتے ہیں؟“ اُس نے سمعت لے جئے میں پوچھا۔
”روزانہ تو نہیں...“
”جھوٹ ملتا جھوٹ بھے علم ہے؟“
”کس بات کا علم ہے؟“
”بھی کہ روزانہ کیوں آتا ہے؟“
”وہ... لاش یوہیں پانی میں تھی تھی؟“
”بگاں... اُس کے تعلق بھی سے پوچھ گھر کرنی پڑتا ہے؟“
”بھی تو میں بھی بھیجتی ہوں کہ آخر جگہ کیوں پوچھتا ہے؟“ میں تو یہیں
تھی بھی نہیں...“
”چلو اندھلو...“ وہ اُنے دروازے کی جانب دھکیدتا ہوا بولا۔
روزا کے چہرے پر سیرت کے آثار تھے۔ شیلہ اُس کے باپ کا یہ قیہ اُس
کے پیٹے پا تھا۔
”ڈانگک دھم میں ہیچ کر اُس نے سامنے والے صوفے کی طرف
ناٹ اٹھاتے ہوئے کہا: ”بیٹھ جاؤ...“
”روزا! استھنے یہ مہلے میں اُس کی طرف دیکھتی تھی۔
”میں لٹھنے لیتھنے کرتا کہ میری بھی کسی پولیس آفسر سے دوستی
کرے۔ اور پھر جب کو فہرست نیلہہ بنانے بھی ہوئے
”وہ کچھ نہ کرنا کامیابی ہے؟“
”کچھ بھی ہو، میں اسے پنڈنہیں کرتا ہو۔“
پک بیک روزا کیچھ بھرے پر جلاہت کے آثار نظر آتے اور
اُس نے غصیلے ہیجے میں کہا: ”آخر اُب کو میری اتنی پر علاج سے ہو گئی تھی
”کیا مطلب...؟“ سرنسہلی بھویں تھیں۔
”آپ کو بھی اس کی پروانیں ہوئیں تھیں کہیں کیا کہتی ہوں، وہاں
جانی ہوں اور کب وہاں آتی ہوں؟“
”اچھا تو پھر...“ سرنسہلی آنکھیں تُرخ ہو گئیں۔
”کچھ بھی ہوں...“ روزا نے سرکش انداز میں کہا ہے میں اپنے طور
پر پی بھی ہوں، میری تربیت میں بھرے والدین نے حصہ نہیں بیا۔
”قم کیا پک رہی ہو؟“
”لئے حقیقتیوں کا انہار کر رہی ہوں...“
”میں بیعاشت نہیں کر سکتا یا سرنسہلہ اخراجیا۔
”آپ کی مرضی...“ روزا نے سبھوڑوں کی سے شاخوں کو جنش دی۔
”اچھی بات ہے،“ سرنسہلہ نے اُسے ہوئے کہا: ”اب اگر یوہیں
آیا تو اُسے خود بھی معلوم ہو جائے گا۔“
”کیا معاذم ہو جائے گا؟“
”بھی کہ سرنسہلہ لئی اتنی سستی نہیں ہے۔“

تھے... جید کی کیتھکتے تھے لگی

تلل تلل... کچھ کیا کیا بھر جوڑے

تھیں تیلیلی پر کالی کی بہت بھی سی اوراب کوچھ

کالاں کے کالاں کی بھٹکیں اس کے لالاں اور کچھیں کہاں کے لگاں

یہ کالی کی استحقاق کا سعلائی تھی مگر اونچی ہے کسی اور نے

اس حقے سے قلنسا آٹھا تھی اکش کی ہے

تالی طور پر میرا بھی بھی خیال ہے

تھیں بیکال کے یہ کوئی پریشان کی بیت تھی۔

آخر وہ عزت کی بھٹکیں ہیں

کچھ کچھ کیا میری بھٹکیں ہیں آیا

لیکھ لیتے

جید تھے اتنا دلکش اکش کی بھٹکیں

لقرنی بیک نہ شنک اس نے وہ کامٹ دیکھا اور پھر
انہیں دوبارہ تھیٹے میں رکھتا ہوا کاشنی بھولی آواتاریں بولا۔ وہ ہمدردی
عزت ہے بخدا حکم کی ناک ہے، ہر وقت جاندار ہوتا ہے،
جید کہہ نہ بولا۔ وہ اچھی طرح جانتا تاکہ یہ ریکارڈ فریدی ہی
کے پیچے ہے۔

آئی جی نے سر اڑا کر حبیکی طرف دیکھا اور بولا۔ مجھے بتاؤ وہ
کہاں ہے؟ یہاں میری بھی ذات تک بندووس ہے گی۔
ٹلوک انہیں بیک پکاش والے علاقے کا ذائقے دار ...
نہیں سمجھتے ...؟
قطلی نہیں، الائس نے کہہ کیا بھی ہو گا تو مددنا ...
وہ تاریخ میں ہیں ...؟

ٹیک ہے، اب میں ملٹن ہوں ڈا۔ آئی جی نے طویل مانس نہیں
میں نہیں جانتا کہ وہ ان اثاثہ بازار کے پیچے کیوں پہنچتے ہیں اس
پہنچتے ہے کہ عصرِ بُتیں بھی معلوم ہو جانے گا، آئی جی
میکلیا اور بولا۔ اب تم جائے ہو۔

جید نے اپنے اس سلیوٹ کیا اور ہاڑا۔
وہ سوچ رہا تھا۔ اتر بیکی پکاش کو کون لے گیا؟ کہ مجرموں
کو اس کا عمل پہنچانا تاکہ وہ انہیں سب کچھ بتا سکی ہے۔
پھر جو بعد وہ اس نئی بھر کے ساتھ نیزی سے تاریخ میں طرف
انجاہ رہا تھا۔

بیکی پکاش کی گہری بندید بھی سمجھا جائی تھی۔ بھوٹ میں
آنکے بساں نے خود کو اپنے سکرے میں پہلا تھا، اس میں
بخارہ کوئی دروازہ نہیں تھا، میک پھر کہہ رہا تھا کہ جسکا اسکے لئے کریڈٹ
ہے طرف پاک رہنڈل تھا، اس میں ایجاد اسٹ فین گرڈش کر رہا تھا۔
ھایک آرم دہ اسٹریگٹ ولے جسٹر پہنچی تھی۔ بوکھلا کر اٹھ
بیکی آنکھیں پاہ پھاڑا جو اس طرف دیکھتی ہی پھوپھلی رات کے
وقایتیاں بیان آئیں اور وہ کانپ کر رہی تھیں جیسیزی کی موت... اس کا
دل قوبنے لگا اس نے اسے اس وقت سے پہلا تھا جب وہ میرت
چودیں کاچھے خدا نیوی کے دو لان قیام میں سر پکاش کے ایک
شکلی دوست نے خفہتھیں کیا تھا۔ اس کا دبل مجرما آیا اور وہ پھوٹ
بھوٹ کر دیتے تھے۔

پھر دفتار ایک ہی کی آڑ نے اسے ہونکا دیا کرے کی ایک
ڈیار میں درج کیا تھا۔ وہ اٹھا اس کی طرف پھٹی ہی تھی کہ بھلی
لیت والی سیاہ پوٹ نئی درجے سے گوکر کرے میں داخل ہوا۔

تھیہ سیل نہیں تھا لالاں کے چیزے پر سیحات کے اشیاء۔

بیکی پکاش دفتار درپذیری کیوں دی بعد اس نے کہا۔ میں نے
تیکم سے غداری نہیں کی۔ مجرموں کی ہدایت پر فریدی کو ختم کرنے
کی کوشش کی تھی، لیکن وہ پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔
”یہ چنانہ ہوں ڈا۔“

”بھروس کیں خطاب ہے میں لائی تھیں؟“
”تم اس کے بعد بیک فریدی سے ملی تھیں اور اسے اپر زنگ ناٹک کے
متعلق بتا رہا تھا۔“

”اگر قیون نہیں کر سکتے تو بھلائیں کس طرح تھیں ملٹن کیوں جی؟
”میں نے کیا سطح کی ہدایت ہے کہ مجرموں سے نکلتے دیکھا
تھا۔ وہ کیون آیا تھا؟“

”اوہ... وہ... دفتار ایک پکاش ہیں پڑی مفریدی کے سماں
وہ بھی اس وقت گاڑی میں موجود تھا۔ لیکن میں نے اپنی پلورٹ میں اس
کا تندہ نہیں کیا تھا۔ اسی کا شکریہ ادا کرنے آیا تھا۔“

”تو کیا تم صحیق ہو کر وہ نئی شکریہ ادا کرنے آیا تھا؟
”ہرگز نہیں...“

”وہ، تمہارے ہب میں داخل ہو سکتے ہے، لیکن فریدی کے
یہ کام ناٹک ہے، کیوں...؟“

”میں کب کہتی ہوں کہ ناٹک ہے یہی وہ، مجھ سے پھر نہیں بلہ،
مجھے خوبی ہیرت ہے یہ۔“

”نافرمانی ہے دشمنی مول لے کر تم تھا اس ہب میں رہتی ہو۔ آخر
اس المیان کی کوئی وجہ تو ہو گی؟“

”کیا وہ بدغشت تھیں جو اس کے سماں سے ملٹن کی تھیں
لے اتنا براختر مول بیٹھا، مجھے قیون ہے کہ تیکم کے بعض افراد
میرے ہب کی تحریکی کرتے ہوں گے؟“

”کیا قیون کسی نے اس کے متعلق یقین دلایا تھا؟
”بھرجوں کا نے...“ یہی پکاش بولی۔ اس نے کہا تھا اس کے سماں

بے خوف و خطر و مل میجم ہوئے، کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ کے گا۔
سیاہ پوٹ تھی دینک پکھ کر جو پتارا۔ پھر بولا۔ منصب
ہے کہ اب تم پہاں قیام کرو، میری حفاظت میں...“

یہی پکاش نے کچھ کہنا پڑا لیکن وہ اس سے پہلے جانپکا تھا
اور دیوار ببر ہو گئی تھی۔

تمہارے دیسے ہے جید کا تعاقب کر رہا تھا لیکن جید سمجھ کر نہیں۔
محمد سجننا تو ش قتل کر دیتا۔

”آئی بھی صحیری...“ اس نے نہر پلے لیجے میں کہا۔

”مجھے جانے دو، ورنہ اچھا نہ ہوگا۔“ یہی پکاش تیرنے لیجے میں بھی

”کچھ ایسا بھی نہ ہوگا۔“
”تم کون ہو... اور کیا جاہتے ہو؟“

”بس قیوری کی معلومات۔ تم اس دریاں فریدی سے ملی تھیں؟“

”کیوں...؟“ تم سے مطلب...؟“

”میری بات کا بواب دو“ وہ غریباً۔
”مل۔“ اس نے زیر دست مجھے اپنی گاڑی میں ڈال کر لے جانا
چاہا تھا میں نے شور مچا دیا تھا۔ لوگ دوڑ پڑے تھے اور اسے ناکام
ہلکے سے جانپکا تھا پھر تھیں نے اس کے غلاف پورٹ درج کر
”یہی تھی...؟“

”میں اس کے بعد والی ملاقات کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔“

”کیا مطلب...؟“
”اس کے بعد بھی تم اس سے ملی تھیں؟“

”اس کا سوال ہی پس اندھیں ہوتا ہے، ایسی صورت میں جب کہ
اس کے خلاف پورٹ درج کر جائی تھی۔“

”تو پھر قیون زبردستی سے گیا ہو گا؟“
”یہ غلط ہے، بکاں ہے۔ اس دن سے پھر وہ بھجے ہیں دھکنے دیا۔“

”وہ تھیں تمہارے ہب سے اسی طرح زبردستی سے گیا ہو گا۔
بیکے میں لایا ہوں؟“

”کھلی بھنی بجاؤں ہے۔“
”دیکھو... وہ فریدی ہے...“ ناقاب پوٹ نے سمجھنے کے
انداز میں کہا۔

”اڑاں نے تمہے ناگوٹ کی باتیں کیے تھیں سمجھو کر وقتی
مزونت کے تحت محن کام نکالنا چاہتا ہے۔“

”وہ، بیکے شوہر کے دوست کا بیٹا ہے لہذا اس کے چیزیں
نو غلطانہیں ہن سکتی یا۔“

”اوہ... اسی یہے سے جانپکا تھا۔ سیاہ پوٹ نے قہقہہ لگایا۔
”تم ہو کون...؟“ کیا یہ مجرموں کا دو لان قیام میں سر پکاش کے ایک

ہوں نہیں آتے۔ شکل دھاؤ اپنی... یہ تو میں محوس کر رہی ہوں کہ
وہ اسے بدل کر جائے ہو۔“

”بھرجوں کا گھولہ ہے۔ اس کی چاقوں کی بنا پر یہ سب کچھ نہ ہوا۔“

”مال...“

ڈیڑھ بجے رات کو ناشتے کی بات کر رہے ہو؟ جاؤ، نکلو یہاں سے وہندے۔

”یکن...“ حمید نے چاروں طرف نظر دوڑا کر مایوسی سے کہا۔
”کیسے جاؤں دروازہ تو نظر ہی نہیں آتا ہے؟“

وچند لمحے نے غصیل نظروں سے دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔ کیا
چاہتے ہو؟ جلدی بکو... مجھے سونا ہے۔“

”خفا ہو نسکی خوبیت ہمیں محترمہ...“ حمید نے بجا جست سے
کہا۔ میں یہاں خود سے نہیں آیا۔ ایک بیچ پر ٹھیل رہا تھا۔ دفتار کی نئے
گھنے میں رشی کا پھنداں افال کر رکھنچا۔ اتنا یاد ہے کہ میں گرپا تھا۔ یہاں
کس طرح پہنچا، اس کا ہوش نہیں...“

اوہ... میک بیک وہ زرم پڑ گئی۔ اس کے قریب آئی۔ اور
آہستہ سے پوچھا۔ یک لفڑی اسی تیطم سے متعلق ہو؟“

”میں یہی تیطم سے متعلق ہمیں محترمہ۔ آرٹسٹ ہوں۔ میکی می
ہدلتے کے لیے بھی پہٹ پلانے کے لیے تصاویر بناتا ہوں، لیکن ایک
بات خور پاچھوں گا۔ کیا ذینماں کوئی ایسی بھی تیطم ہے، جس کے اسکا
کوچند افال کر رکھیا جاتا ہو؟“

”کچھ نہیں ہے۔ تو بوجی پوچھا تھا؟“

”اب اپ بتائیں کہ میں کہاں ہوں اور اپ کون ہے؟“
”میں ایک خوبیت ہوت ہوں اور خود بھی نہیں جانتی کہ
کہاں ہوں؟ یہی پر کاش مکاری جنہیں نظروں سے حمیدی
آنکھوں میں دیکھ رہی۔ پھر انگوٹھی نے گربلی۔ میند آرپی ہے۔“

وہ سہری کی ہلف مژہنی تھی۔ دلکش انلنڈ میں جلتی ہوئی سہری
تک گئی اور وہ اپنی ہنپی تک پر میک کریم دلاز ہو گئی۔ وہاں کاں ہٹھیں
پر رُکا ہوا تھا اور وہ اسکی آنکھوں سے حمید کی جانب دیکھ جا ہی تھی۔
حمدی نے سوچا۔ تو قطعی نامناسب بات ہو گئی۔ لہذا اس نے اپنی

ٹریف اڈی...“
”وہ سہری تھے میں ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی اس سہری پر
سے اٹھا ہو۔ اچانک میں میں دھنڈتی سی روشنی چھیل گئی، بوجا نش
کے بوڑھے پھوٹ رہی تھی۔“

”اوہ...“ دفتار حمید کے مٹے سے نکلا اور پھر اس نے سختی سے
ہونٹ بھینچ لی۔

”پوچھوئی پر کاش تھی... اور اس دھنڈتی روشنی میں
بھی زیادہ میں لگ رہی تھی۔“

”تم کون ہو؟“ اس نے وہ بھیلی اوایں پوچھا۔
”میں... میں...“ دفتار حمید کو خیال آیا کہ وہ میک اپ میں تھا۔
”میں...“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔ یہ پوچھنے کے لیے
حیدر ہوا تک اپ ناشتے میں کیا کھائیں گی؟“

یہ نتھیں پوچھ رہی تھی۔ چہرے پر سرتست کے آثار تھے۔

”سہی پھر اٹھ بھی۔ چہرے پر سرتست کے آثار تھے۔“

ساتھ چلارہ۔ ایک بجھے وہ رُسکے یہاں اندر چلا تھا۔ ساحل کے برقی تھے
بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ دفتار حمید کو ایسا لگا، جیسے کوئی پھر گعن کر گئے
پہنچ گئی۔ ہاتھ ابھی تک بھی نہیں شکھتے کہ جس کا سامنا
اور وہ سنپھنگ کی کوشش کے باوجود بھی پیچے چلا آیا۔ گعن میں ہلکا
پھنلا تھا۔ ہوتا جا رہا تھا اور جواب دیتی ہوئی قوت سامع قائم کی
آنکھوں گھوں سمیت بند۔ تج مسفل، ہوتی جا رہی تھی۔ پھر انہیں۔ گہرا نیڑا۔

■
پھر دوبارہ آنکھ اندر چھرے ہی میں کھلی تھی اور حمید نے گفتہش
کی زمین ٹوٹنے کے بعد لٹکنے لگیا تھا کہ وہ ساحل پر نہیں ہے... مزید
الجنان کے لیے اس نے زمین پر ٹھاٹھی مالا تھا اور ٹھنڈہ فرش کی سی
لوگ فضایں محسوس ہوئی تھی۔

وہ ٹولتا تو ادیوار تک پہنچا۔ اور پھر دیوار پر کے سہارے آگے
بڑھ دیڑا۔ دیوار کے جوڑ تک پہنچا اور دوسرا دیوار شروع ہو گئی۔ انداز
کہہ رہا تھا کہ وہ کسی مکرے میں ہے... ورنہ فرش پر انتشار نے سے
گونج نہ سستائی دیتی، وہ بڑھتا رہا پھر بندی یاں کی سخت چیز سے ٹکلیں۔
بے اختیار جگتا اور راستہ شاید کسی سہری کی پیچی پڑک گئے۔

پھر ٹوٹتے ہوئے کچھ اور آگے بڑھے۔ بال۔ اور... نہ
بالوں کا ڈھیر۔ اور پھر دفتار اس کے لامبا جھنک دیے گئے۔
”کون ہے؟“ یا میک خفر دہ کی سوانی آواز تھی۔
”جیسے ٹھنڈی سانس لی اور سہر انہیں ہوئی آوازیں بولا۔“ ایک

ٹریف اڈی...“
”وہ سہری تھے میں ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی اس سہری پر
سے اٹھا ہو۔ اچانک میں دھنڈتی سی روشنی چھیل گئی، بوجا نش
کے بوڑھے پھوٹ رہی تھی۔“

”اوہ...“ دفتار حمید کے مٹے سے نکلا اور پھر اس نے سختی سے
ہونٹ بھینچ لی۔
”پوچھوئی پر کاش تھی... اور اس دھنڈتی روشنی میں
بھی زیادہ میں لگ رہی تھی۔“

”تم کون ہو؟“ اس نے وہ بھیلی اوایں پوچھا۔
”میں... میں...“ دفتار حمید کو خیال آیا کہ وہ میک اپ میں تھا۔
”میں...“ اس نے بڑے ادب سے کہا۔ یہ پوچھنے کے لیے
حیدر ہوا تک ناشتے میں کیا کھائیں گی؟“

نہیں تو بڑے پیچے سے دیکھو...“ قائم نے بند جھوٹ ہو کر میک پر ہاتھ مارتے
ہوئے کہا۔

وہ وہاں سے اٹھ کر ساحل کے قریب آئے۔ بہترے لگائیں
رہے تھے۔ ان میں عورتی بھی تھیں... اور رچت بس والی لڑکیاں بھی۔

”انھیں تو بڑے پیچے سے دیکھو...“ قائم پر ہٹایا۔

”بھی چرسی ہیں؟“
قائم چند لمحے کھوچتا رہا پھر یک بیک اس کے چہرے پر
ہواں اٹھنے لگیں۔

”لیوں...“ ہمیشہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔
”قق... قچھ تھیں... میں ہوتے ہیں، ملھی اسی تھی۔ جو بھی آتی
ہے، بھل جاتی ہے۔“ قائم کہہتا ہے کہ میں کتنی افیم کھائیں پر
مرب اؤں گا؟“

”میک کوہنی تھی تھی تھی۔ بڑی خواریوں سے خود پر قابو پا سکا تھا۔
اس نے نیچے سے اپر تک کام کا جان پیٹے ہوئے کہا۔“ قائم کو میک کوہنی کا دنہا
.. اس سے کہے نہیں رہے گے۔“

”نہیں بھیک سے حساب لگا کرتا ہو؟“ قائم روئیں بولا۔
”تم کیوں مناجا ہاتھے ہو؟“ حمید نے ہمدردانہ ہیچ میں پوچھا۔
اور قائم پھوٹ پڑا۔ شادی سے لے کر اب تک سارے واقعات

بتلتے۔ بس ایسا ہی تک رہا تھا، جیسے اب رعیا اور تر رعیا...
”نجیمے ہمدردی ہے؟“ یا حمید نے کہا۔ میں تمھارے لیے کسی

دوسرا مجبوہ کا استظام کر دوں گا۔ یہ گورت تو مجھے پسند آگئی ہے؟
”کھیر۔ کھیر...“ قائم سرلاکر بولا۔ مگر ایسی ہی ہوتی چاہیے
... دھاڑر... مم۔ مطلب پر کہ۔ بال۔“

”میں نہیں سمجھا...“
”اے وہ یعنی کہ خوب تکڑی...“
”ذخ کر کے کباب لگاؤ گے کیا...؟“

”اے جاؤ چکد بہ بالکل۔ اتنا بھی ہیں سمجھے؟
”کیا نہیں سمجھے؟“

”اب قیسے سمجھاں... یعنی کہ ہنی ہی ہی...“ قائم نے شر میں
اندزہ میں فانت نکال دیے۔

”اچھا... اچھا...“ مٹھو۔ میں تمھارے لیے کچھ کرہی دوں...“
محمد اٹھا۔ تو بولا۔

”چلو۔ چلو...“ قائم نے بند جھوٹ ہو کر میک پر ہاتھ مارتے
ہوئے کہا۔

”وہ وہاں سے اٹھ کر ساحل کے قریب آئے۔ بہترے لگائیں
رہے تھے۔ ان میں عورتی بھی تھیں... اور رچت بس والی لڑکیاں بھی۔

”انھیں تو بڑے پیچے سے دیکھو...“ قائم پر ہٹایا۔

”جیسا میں تو لہ بھر جس چکے سے کوئی نہیں رکھا کر چھاپے مار دیا۔ اور
دھرے گئے۔ بعد میں ہوا کرے خمات اور مقدمہ... اخبار میں تو
چھپہ ہی جانے کا کہیں عالم چس سے بھی شوق فرمائے؟“

”اے قم کسی اول جلوں باشیں کر رہے ہو؟“

”میک اسی میک۔ اپ میں تھا، جس میں سائرہ علشرٹ کو درفلہ کا
قائم سے دوڑے گئا تھا۔ شاید اس دن کے بعد سے وہ قائم نے نہیں
ٹیکی۔ آج قائم کو ایک بیچ میں وہ نظر آیا تھا اور اس نے اس کا
تعاقب شروع کر دیا تھا۔ حمید واقع تھا تھا اس تعاقب سے، میں
اس سے دیو و دلستہ بے پرانی بست رہا تھا۔ ظاہر کر رہا تھا، بھیسے اس
کے قطبی لا علم ہو۔“

سائزہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ فوجی نیچ روٹ ملے گی لہذا
حمدابدھر اور وقت گزارتا پھر لگا۔ ابی آٹھ ہی نجھے تھے۔

ساحل پر وہ اوپن اسٹریوں میں جا بیٹھا۔ قائم کے لیے شاید
اب خاموشی ناقابل برداشت ہو یجھی تھی۔ لہذا وہ بھی سلاما لیکم کا دنہا
رسید کرنا ہوا اسی نیز پر چم گیا۔

”فرم لیتے...؟“ حمید نے حیرت سے کہا۔ میں نے آپ کو
نہیں پہنچانا...“

”میں نے آپ کوہنیا۔“ شاید اپ کوہنیا کر کرہا۔ اپنی خالہ جان کو تو پہنچاتے ہوئے
کی طرح رات تھی جا کر کہا۔ اپنی خالہ جان کو تو پہنچاتے ہوئے
”آپ کیا بکرے ہیں؟“

”بناو... شاید کہا ہے؟“ قائم آٹھ ہیں نکال کر غریبا۔
”آپ ہوشیں ہیں یا نہیں؟“

”نہیں آج بھی جملگ پیے ہوں اور تھیں کسی سمیت اٹھا
کر پہنچنک دوں گا۔“

”اوہ...“ حمید سکرا یا تو آپ وہ ہیں...؟“
”تل، وہی ہوں... بناو...“

”دھکو بخوردار...“ حمید آٹھ جگہ کر آہستہ سے بولا۔ میں غلک
آبکاری کا پہنچنک دوں ہوں؟“

”ہوا کر دیں تو پویس والوں کو بھی کچھ نہیں سمجھتا۔“
”ہو سکتا ہے،“ حمید سرلاکر بولا۔ بُٹے آدمی ہو۔ میں جاننا
ہوں، میک نہیں۔ میں تمھارے والد صاحب کو بھی بن کر لاسکتا ہوں۔“

”وہ قیسے...؟“ قائم آٹھ ہیں نکال کر غریبا۔
”دیڑھ کل جو جس چکے سے کوئی نہیں رکھا کر چھاپے مار دیا۔ اور
دھرے گئے۔ بعد میں ہوا کرے خمات اور مقدمہ... اخبار میں تو
چھپہ ہی جانے کا کہیں عالم چس سے بھی شوق فرمائے؟“

”اے قم کسی اول جلوں باشیں کر رہے ہو؟“
”اویحیں تو بھی بھاٹے بند کر سکتا ہوں۔ چلتے پھر تھے تمھاری
جیسا میں تو لہ بھر جس چکے سے دیکھو...“ قائم پر ہٹایا۔

”جیسا میں تو لہ بھر جس چکے سے دیکھو...“ قائم پر ہٹایا۔
”جیسا میں تو لہ بھر جس چکے سے دیکھو...“ قائم پر ہٹایا۔
”جیسا میں تو لہ بھر جس چکے سے دیکھو...“ قائم پر ہٹایا۔

گناب والا آئل تخت پیش کر کے تدقیق
و نہاد نے کس اتحاد ساختہ کے ٹوٹھیں
کر لے گے۔

۱۔ کلام پاک کا باعثِ الرد و ترجیح روشن چراغ

مرن نہاد نے والے لاملا جھات کے لے
قصتی تھی۔ مگر تیس پارے اسیں فری
متن نہیں ہے جو علی ٹھی عالیکو اخلاقی تھیں
کے خرایع کلام پاک کو گزنسیں ستاراں کیاے
پڑھے۔ تیس روپے

مکمل قرآن پاک۔ جس کا حل ایک ایسا
حرض بات ایسی محفل کی تفتیج، تیس پارے
حرفون مدرس مکمل جلدی بھجوئی۔ قلن خرت
دل کرام، پری مردن دس روپے
اٹھ ٹک کلام پاک کے تیس پارے جیلی عورت
محکی طاقت، خوبصورت جلدی جان سائے
سلت ایسی ایمانی دس روپے میدے مکمل سیست
ساؤٹ روپے

ملی صورتیں کلام پاک۔ سیدنا فدا
حمد لکا بات، محکی طاقت، پری مردن جلوس اور
سلتے سات اپنی ختم اور ایخ الملا اور
بھی صرف تیس روپے

”مجھے علم ہے“ فردی نے کہا۔
”اوہ... اوہ... مجھے اپنے باپ سے شدید ترین نفرت ہے“
یک بیک اس کی توازنیز ہو گئی۔
”میں نہیں بھاگا...“

”میں اس لئے ہمال آئی ہوں کہ دوبارہ اس کی شکل نہ دیکھ سکیں
وہ میرے لیے لیکے رہم ابھی ہے میں نے بھجن سے اب تک کی
یہ نہیں ممکن یا کہ اس کے دل میں میرے یہی محبت تو بھی چیز ہے ممکن
کا جذبہ ہے گی تو... میں اس کیفیت کو کس طرح اغافا کا جام پینا ذوق جو اس
کے لیے فسوں کرتی ہوں۔ مجھے شہر ہے کہ پر اسلامی میرا بیک ہی، ہو
سکتا ہے جو بعض اوقات یہ نہیں چاہتا کہ میر پر وجود رہوں۔“

وہ خاموش ہو گئی فردی کی کہی ہوئی تھیں۔ فرمی
تھوڑی دیر بعد اس نے پوچا: ”کیا آپ اپنے والدی آواتر نہیں
بچا پسکتیں؟“

”اصل آواز بھیجاں سکتی ہوں... میں وہ آواز بند نہ کے مہریں کسی
نہیں میں نہیں ایسے سے مچھی تھی“
”اچھا۔ فرمی اُختہ اور ابولا: ”اگر آپ اپنے کرست مخدومی
تو ہبھڑا ہو گا۔ تا وقت کتاب کو یہی لف سے کوئی بیقام نہ ہے“

میجر بخوان نے میں تھا اور راندھا عواد حند کا رہا تھا۔ تیر
ڈنبوںگ اس کی کمزوری تھی اور نشی کی سلات میں ایک سیڑھا اس کا لکھا
بن کر رہ جانا تھا پھر اس وقت تو ایک بوری بیٹھنے بھی پہلوں میں موجود تھیں
اگر اسی نیزگ پر تھا اور دوسرا اس کی کمر کے گرد۔ ملک نہیں تھیں تھی۔
”اوہ... کیا کر رہے ہو؟“ لڑکی خوفزدہ آٹھیں بیلی۔ آہستہ پھلو
شاید اسے زیادہ لشکر نہیں ہوا تھا۔ دو فوٹ کافی دیر تک ایک غیر
معروف سی باریں بیٹھے رہتے تھے اور پوچاں بے تحاشا پیارا تھا...
لڑکوں کی بوجوگی میں عموماً وہ خود کو بہت بنا پیکر ثابت کرنے پر شل
چا تھا۔

لڑکی بھرمناٹی اور اس نے جھلا کر کہا: ”میں آنکھیں بند کر کے
بھی ڈانیوں کر سکتا ہوں“
”مجھے بیس آنار دو۔ میں نہیں جلوں گی“
بچوں نے تھیکہ لھایا یہیں کچھ بولا نہیں۔ ایک سیڑھ پر دبادکھا اور
بڑھ گیا جد ہو گئی کہ ایک جگہ اس نے پورا ہے کے سکن کی بی پروانہ
کی... اور ایک موڑ سا نیکل سوار سار بجٹ اس کے لیے بچھے دوڑ پڑا۔
لڑکی نے پڑک دیکھا اور پورہ سرت ہے یہیں بولی: ”ٹرینگ سار بجٹ
آ رہے، اب تو نکو گئے؟“

نے اسے ایسی نظریوں سے دیکھا، جیسے معلوم کنٹا چاہتی ہو کر وہ کیوں
ایسا ہے؟
”آپ گھر سے اس طرح کیوں چلی آئی ہیں؟“ فردی نے کہا...
”حالاکھہ یہ آپ کا بھی حاملہ ہے یہیں کہ پوچھنا بڑھا رہا ہے
کہ...“

”بس یونہی... نہ میں کی مکانیت سے اکابر... اس نے کہا
اور اتفاقاً فردی سے نظر مل گئی ایسا لگا، جیسے ایک شاک لگا ہو۔
پورا جھمپل کر رہا گیا... اور کوکش کے باوجود بھی اپنی نظریوں، اس کے
چہرے سے نہ ہٹا سکی، ایسا لٹھا تھا، جیسے سوچ کر رہا گئی ہو۔“

”آپ کب اور کس طرح ان لوگوں میں شامل ہوئی تھیں؟“ فرمی
نے ایسی آواز میں پوچھا، جو تیر قسم کی سروشوی سے مختلف نہیں تھی۔

”چھ ماہ پہلے کی بات ہے“ وہ غیر ارادی طور پر بولی۔ یہی سوکر
انہی تھیں کہ پر ایک کاندر کھا پایا۔ بس پر وہی چار نیکریں بنی ہوئیں پس
جن کے متعلق اکب لوگ اب تک پوچھتے ہے ہیں۔ ”وسری بیچ پھر ایسا
ہی کا: غذہ میں اس بالکریوں کے نیچے تحریر تھا۔ میں تھیں بھی قتل کر سکتے
ہوں۔“ اسی طرح جیسے یہ کاغذ کا نکوشا تھا۔ نیچے تک پہنچا ہے۔ وہی
ہاتھ بوجوٹے کے پہلے بک پہنچا تھیں تھا راگا لگائی محفوظ تھے ہیں۔ میں
درستی کیں نہ جانے کیوں کی سے اس کا تک کرنے کی ہمت نہ پڑی۔
بس پھر اس کے بعد فون پر احکامات ملنے لگے۔ اس دھمکی کے ساتھ کہ
اگر میں نے فلاں کام نہ کیا تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ رفتہ رفتہ میں خوف
کے تھت اس کی تھریت میں آئی تھی، میں مجھے بوجوکام نے جلتے ہیں۔
”میں اُن کے سروپیر سے واقع نہیں ہوئی“

”مشلا...“
وہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر بولی: ”خلافاً فلاں سڑک پر فلاں وقت سے
فلان، وقت تک کھڑی رہو۔ تمہارے بالوں میں گلاب کا پھول ہے ہا ہا ہا...“
”ہوں... میں مھٹے آٹھ کے پہلے آپ کو کس سلطے ہیں...“
وارنگٹن میں تھی؟“

”اس سلطے میں کہیں کہیں گھبے نہ ہوں“
”اپنے ناٹ کلب سے آپ کا کیا تھقہ ہے؟“
”کچھ بھی نہیں۔ میں ایسی جھوٹ پر نہیں جاتی اور نہ آنکھی تھی۔“
”آپ کو فون پر احکامات ملنے ہیں؟“
”بی۔“ نا۔ افاد۔ افاد۔“
”ہاں کہیے۔ کہیے...“

”وہ بس کی لاش ہمارے پھالک پٹلی تھی۔ میرا بڑا ابھا دوست
تھا اور شاید میری ہی طرح وہ بھی اس نامعلوم آدمی کے جان میں اپنے اونٹا“

”سری بارا میں نے بھکر پوچھا کہ آخوند ایسا ہی کیوں ہے،
جلب پیل یہی پرکاش نے کہا“ وہ معلوم کرنا پاچا ہے کہ فردی کے
خلاف پورٹ ورن جراحتی کے بعد میں اس سے ملی تھی یا نہیں۔ میں
نے انکار کر دیا ہے۔ میں نے اب ایسے اعتراف نہیں کیا۔ میں نے ڈر سک
کہیں تشدید پر نہ آتی تھی۔“

حمد نے اسے المیدان دلانے کی کوشش کی کہ اس کی موجودگی میں
ایسا نہیں ہو سکے گا۔ فیسے خود اپنے متعلق سوچ ساتھ دیکھی کیا۔
ہوتا ہے؟ اس نے اڑٹ سمجھ کر تو پکدا نہ ہو گا۔

روزہ ہوٹل میں فرانس میں مقیم افریقی اپنے کمرے ہی تک محدود
ہو کر رہ گئی تھی کھانا کم کے بعد میں کھاتی تھی۔ ڈانٹنگ ہال میں کسی وقت
بھی نہیں دیکھی تھی۔ اس وقت اس نے فون کے ذریعے چائے طلب کی
تھی اور اڑام گزی میں نیم دلنویٹری مستقر تھی۔ لٹک کے ٹیکارہ نج سے
تھے اسی لیکن نہ نہیں اسی تھی۔ ذہنی تکن سے نہ مصالح ہو کر سوچا
تھا شاید چلے ہی کچھ سکون ہیتاکر سکے۔
دھنڈا دروانے پر دستک ہوئی افدا سے تھکی تھکی آواز
میں ہے: ”اجلو...“ میکن دروانہ گلتھے ہی اچھل پڑی۔

آنے والا رانچ اور بھاری بھر میں آدمی تھا اور دو کوٹ کا کار
کار کی لوگوں کے اپر تک اٹھا ہوا تھا۔ اور فلٹ ہیئت لاکھری میں
پرانی طرح جھکلئے ہوئے قدموں سے ٹھیک ہی، میکن وہ اسی کی
معزال اکڑا تھے ہوئے قدموں سے ٹھیک ہی، میکن وہ اسی کی
ٹوٹ دیکھے جا رہی تھی۔ آنے والے نے مزکر دعوانے بند کر لیا اور دب
روزہ کی طرف مرتلاؤ کے لسا میں ہوا، جیسے دوبارہ نہیں تھی۔
یک نکل فردی تھا۔ باب نکل ہیت اس کے ہاتھیں تھی اور
کوٹ کا کار نے ٹھیک ہی جلیا جا چکا تھا۔

”آپ...؟“ روزا کے بھی میں ہیرت تھی۔
”بھی افسوں ہے کاتھی لات گئے آپ کو تکلیف دے دیا ہوئے
اوہ... نہیں ٹھیک ہے تشریف رکھے بروز اجڑی سے بولی۔
”آپ کی جبعت کیسی ہے؟“ اس نے بھیتھے ہوئے پوچھا۔
”ٹیک ہوں، میکن۔ میکن آپ کو کیسے معلوم کرائیں ہیں ہوں؟“
”ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی پڑتی ہیں وہی کوئی خاص بات نہیں“
انہیں میں شلید وہیرنے دستک دی، رعنانے دروازے کے قریب
جکر کیا کہ وہ ایک کپ اور لاتے۔

”تکلیف نہ کیجیے... مجھے نہ اس نہیں ہے یا فردی نے کہا۔
روزا کچھ بولی یہی ایک اب وہ پھر نہیں آئے تھی تھی۔ اس



آئین
لٹک

چڑاں
پری
پری
پری

اپنی بات ہے وہ غلام بھومن اس کی رُسی کی طوف بڑھا گئی۔
رسی تہیت انحصار کے پیچے جگہ بھی تھا کہ یہ جو ہوا نہ ملنا ملک بولا
غم بری۔ مجھ سے زد کیا جانے کا:
اچھا تو پہلے تم ہی چاؤ وہ سیدھا گھٹرا ہو کے بولا۔

میں نہیں سمجھتا
کیا تم یہ سمجھتے ہو کر میں ابھی ہوں تم جیسے گئے ہو کاپنی قیام گا
دکھوں گا جس کی حماقتوں کی بنا پر یہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

یہ سب کچھ تھاری و سب سے بُو ہے۔

میری وجہ سکوں... ہو گئیں نے یہ سمجھتے ہے کہا۔
تم نے خوریں بالائی شروع کر دیں اور انھیں تھرفت میں جو لاتے

ہے حالانکہ وہ صرف اس یہ تھیں کہ کام کے آدمیوں کو ہماری طرف

لیں۔ سمجھ رہوں ان تینوں سے پہلے میں تھیں جنہیں جھونکوں گے۔

اوہ... چوہاں لے طویل ساش لی اور ہنس پڑا۔ ہستارہ اور
پھر زندگی سے بولا۔ ستمار سے تھم کا خود دیکھ کر ہوں۔ اُو کاش کرو۔

سیاہ پوش اُسے گھوٹا ہوا اہستہ است اس کی طرف بڑھنے لگا۔

ٹھہر و...، دھنعتا پھومن ہاتھ اٹھا کر بولا۔ میں بڑی طرح زخمی

ہوں۔ کیا تم میرے محنت یا بہو نے کا انتظار نہیں کر رہے؟

سیاہ پوش جھٹ پڑا۔ دنوں کے جنم ٹکرائے اور پھر بندھ لئے

کیا ہوا کہ سیاہ پوش کی فٹ اونچا۔ اچھل کر رہا کے بل فرش پڑا۔

کمرے میں ایک زبریلا ساق تھی کہ گونج رہا تھا۔ میکن یہ اوڑا۔

جید گستی تھیت اچھل پڑا۔ یہ تو افریدی کے علاوہ اوسکی کمی نہیں۔

بریوں... او...، اُس نے جو چھار لفڑیہ لگایا۔

چوہاں کے پیچے پر بندھی ہوئی پیاساں پھیل کر نیچے آیں۔

فریدی، سیاہ پوش کو خادت سے دیکھ رہا تھا۔

اوہ... تم...؟ آئی بی کے حلقوں سے متھیت آمیز بُنگی۔

ٹھیک اُسی وقت یہ کاش نے بھی قہقہہ نکالیا۔

یعنی ان میں سے کوئی بھی نہ دیکھ سکا کہ سیاہ پوش نے ریوالوں

نکل رہا ہے۔ ہیکی آغاز سننی دی سگ فریدی اسی طرح کھڑا رہا۔

سیاہ پوش نے بوکھلا کر ریوالوں کی طرف دیکھا اور سمجھ رہا۔ یہ دلایا۔ چلا

یہ فریدی سُکرا رہا تھا اُس نے آہستہ کہا۔ خپول ہے۔ دوست،

یہ تو اسی وقت خالی ہو چکا تھا، جب میں تھارے شانے پر باختر کھکھے

چوہاں کی خواب گاہ سے پیچے اتر رہا تھا۔ سیاہ پوش نے پیچے ہی پیچکی

ہلکی اور غصہ کی جسمات۔ لختے والے سانپک طرح جست بھائی اور

فریدی کی پیٹ لیاں پکڑ کر جھٹکا دیا۔ شاید وہ اس غیر موقع گھلے کے پیچے

تیار نہیں تھا لاکھڑا یا اوسی پر آ رہا۔ اب دنوں فرش پر ایک

یا ایک ویعہ ہال تھا یہاں تین اوپی نریوں سے بدھے بنجے
تھے میک ان کے ہپرے سنبھلے ہیں تھے۔ ان میں سے ایک عورت معلوم
ہوئی تھی۔ وہ دلوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان کے ملنے آئے۔

اسے... سمجھ رہوں کے منہ سے نکلا۔

سیاہ پوش نے نہر پہلے پہلے میں کہنا شروع کیا۔ یہ بیڈی پکاش

کو قم جلتے ہی رہ گئے۔ کیون جید سے بھی واقف ہو گئے اور زیاد پیش

مکملہ تھراخ رسلنی کے انپکڑ جنzel صاحب...۔

”مگر بیڈی... پکاش... ہو گیا۔ یہ کچکا ہٹ کے ساتھ بولا۔

اس نے فریدی کو معلومات فراہم کی تھیں۔

”یہ جھوٹ ہے، بکاں ہے یہ بیڈی پکاش ہی۔

”شٹ آپ...“ سیاہ پوش غرتیا۔ ابھی میں تھیں بڑی بھداں

سزاوں گل قم تینوں کاں کھول کر من لو۔ اگر میرے سوالات کے سیچ

کتاب نہ دیے تو پیٹ بڑا شر، ہو گا۔

”میں یہ بیڈی پکاش کے پیغام ہوں۔ سمجھ رہوں کی آواز میں

غم کی جنکیاں تھیں۔

سیاہ پوش نے اُس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اسکے جنzel آف

کی آئی۔ فی سے پوچھا۔ یہ بیڈی کا غذائی کام رکھے ہیں؟

انپکڑ جنzel اُسے غوچوار نظر ہوں سے دیکھا رہا، کچھ بولا نہیں۔

”میں تھیر ہر ڈس منٹ دے سکت ہوں، اس کے بعد... یہ

دیکھو...“ اُس نے دیوار کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک پیش ہوئے کے بین

پس انگلی رکھوی اور سامنکی دیوار میں ایک ایسچ غدار پیچہ نمودار ہو گیا۔

اب سیاہ پوش نے ایک خالی رسی اٹھا کر ایسچ غدار پیچے میں چھپی،

جس کے فرش پر گرتے ہی ایک شعلہ سا پکا اور دوسرے ہی لمحے میں وہ

راکھ کا دھیر تھی تینوں کے چہروں پر پوائیں اڑانے لگیں۔

”اسٹریری کی پیٹ جمد...“ اُس نے نہر پیچے پھیٹ کر کیا تم

شلنے پر باختر کر گردھوں کی طرح آگے پڑھتا۔

اندر اپنے روشنی تھی، میک علات سُسان علوم ہوئی۔ وہ

ایک کے میں آئے۔ بکرے میں کسی قم کا فرن پھر نہیں تھلے فرش بھی نہیں

نظر آرہا تھا۔ سیاہ پوش نے ملمنے والی دیوار پر پیچے ہوئے سونھ بورنکی

طرف ملکہ بڑھا اور دوسرے یہ میں فرش دھنٹا ہوا سامنے ہوئے تھے۔

لگا۔ پورا فرش جو کسی بیٹ کی طرح پیچے جدھا تھا کہ دیر بعد دھنک کے ساتھ

رُک گیا۔ سامنے لیکھ ٹھلا ہوا دروانہ تھا۔ سیاہ پوش نے اُس کی جانب

شارہ کیا۔ چوہاں نے سچر اس کے شلنے پر باختر کر ہوا حالانکہ یہاں

روشنی تھی۔ پھر کسی شاید وہ سہلے کے بغیر چھٹے میں دُشواری محسوس

کر دنا تھا۔

”تم اپنال سے اتنی جلدی کیوں چلتے ہیں؟“ اُس نے پوچھا۔

”آہستہ... میں ہوں۔“

”اوہ... سمجھ رہوں کے آئندھی کی لکھش کی۔

”ٹھہر و...، سیاہ پوش نے بھگ کر اسے سہلادیا... اور

وہ اٹھ ہیجا۔

”تم اپنال سے اتنی جلدی کیوں چلتے ہیں؟“ اُس نے پوچھا۔

”احساب ذلتے ہیں... میری والانت میں حالات ابھی نہیں

گئے۔“

”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔“

”ڈھنک کو جملی رثوت دینی پڑی۔ پلیس کو جیان دے چکا ہوں۔

ٹکر مر گئی، کیس چلتے گا۔“

”پر امامت کرو، اُسے میں دیکھوں گا۔ کیا اس وقت تم میرے ملے

باہر چل سکتے؟“

”کیوں نہیں میرے پہر بالکل ٹھیک ہیں؟ سمجھ تو مل نہ کہا۔

کیا اب بھی تم غیر متعال ہو کر بیٹوں کے اور زیاد پیش ہوئے؟“

”ہرگز نہیں... یہ لکیاں مجھے بھکار دیتی ہیں۔“

”خیر چلو، میں تھیں دکھافل گاہ کام کیے کہے جاتے ہیں؟“

”کیا فریدی بھی اتنا گیا ہے؟ چوہاں نے خوش ہو کر بچا۔

”جلدی وہ بھی گرفت میں ہو گا جاں بھیلا چکا ہوں۔ یہی چلا۔

”دل چلتے تو سپیچ گا اُن قاتل وو؟“

چوہاں تھار ہو کر اُس کے ساتھ چلتے تھا۔ بیلانہ اتنا اُس کے

تلے پر تھا۔ انھیں زینے میں کیے اور تھوڑی

دیر بعد ٹھیک پارک ہیں تھے۔

اس ایک سیاہ کاٹی انجین نامعلوم منزل کی طرف ہے جا

ہی تھی۔

تقرباً آدھے ٹھنڈے چلتے رہنے کے بعد شہر کی ایک ملی کلاس

آبادی میں داخل ہوئی اور ایک غیر متعال اشان عالمت کے ساتھ نکل گئی۔

”اوہ...“ سیاہ پوش نے کہا۔ آج میں تھیں اپنا ایک مخصوص

ٹھکانہ کھانے جاتا ہوں یا۔

”شکریہ جناب...“ سمجھ رہوں کے حاجت سے کہا۔

یہلکی دُور دُور نکل اندھر تھا۔ پتا نہیں کیوں ہیں روشنی

نہیں تھی جو اس عالم ہوتا تھا، جیسے کہیں ایک پول کے ملبے بیک وقت

بیوڑ ہو گئے ہوں۔

حارت کا ہر وہی حصہ تاریک تھا۔ سمجھ رہوں کے سیاہ پوش کے

شلنے پر باختر کر گردھوں کی طرح آگے پڑھتا۔

اندر اپنے روشنی تھی، میک علات سُسان علوم ہوئی۔ وہ

ایک کے میں آئے۔ بکرے میں کسی قم کا فرن پھر نہیں تھلے فرش بھی نہیں

نظر آرہا تھا۔ سیاہ پوش نے ملمنے والی دیوار پر پیچے ہوئے

ٹھکانہ پر جھٹکا اور دوسرے یہ میں فرش دھنٹا ہوا سامنے ہوئے تھے۔

لگا۔ پورا فرش جو کسی بیٹ کی طرح پیچے جدھا تھا کہ دیر بعد دھنک کے ساتھ

رُک گیا۔ سامنے لیکھ ٹھلا ہوا دروانہ تھا۔ سیاہ پوش نے اُس کی جانب

شارہ کیا۔ چوہاں نے سچر اس کے شلنے پر باختر کر ہوا حالانکہ یہاں

روشنی تھی۔ پھر کسی شاید وہ سہلے کے بغیر چھٹے میں دُشواری محسوس

کر دنا تھا۔

”جب میں پڑے رہتے ہیں ٹریک سار جنٹ...“ اُس نے بُرا سا
منہ بنا کر کہا اور فقار کچھ لادنے تو گئی، میک اس کی مخفی حریت اٹھیز تھی۔
بڑی صفائی کے ساتھ پر تھا۔ بُرا سا ملک ہوا۔ اسی ملک ہوا،
جیسے ساکن مم مواد سے بھر تو اپھڑاں گیا۔ ا

جائزہ میں کا ایک گروہ ہمارے باہمی کاروں میں روٹے اٹکانا چاہتا ہے
نس کی آپس کی پیغام رسانی کے طریقے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا تھا، وہ
بسمانی اشاروں سے کام لیتے ہیں ॥

اور میں سمجھتا تھا کہ آپ کی چنپت اب تصویر وں پر آئ ر آئی ہے۔

شش... اکھر یہی پُر اسامنہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

نوجہ مال... لپیٹی پر کاش کہہ رہی تھی کہ وہ کوریلا، جسیں بیت پر
چاہیں آپ اُس کے ساتھ فروخت کر سکتے ہیں یا محمد نے شرارت آمیز
مشکل سٹ کے ساتھ کہا۔

”خبردار... اگر اب کبھی وہ کھال استھل کی تو اچھا نہ ہو گا۔ بے باذ کر
ڈھنگ کا اسے...“

میں تھی کہتا ہوں ماس رات اگر بیڈی پر کاش کا پیپنیری مرغوب
نہ ہو گیا ہوتا تو گوریلے کی کھال سیستہ میرے جسم کا ریشمہ ریشمہ الگ کر دیتا تو
پھر فروخت کر دُون بیڈی پر کاش کے ہاتھ... ۱۱ جید نے یا میں آنکھ دبلاں
اور سر سے مسکرا دی کے سا بچھ فریلے کو کھوف دیجتا رہا

اوہ سرپریز گراہت سے سا جھوڑ پیدا کی مرف دیکھا رکھا۔
فریدی نہ جانے کیا سوچ رہا تھا۔ و فتنا... وہ گھبکی طرف مُڑا اور
اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا: "محبت اور تعشق کا انہیا رہے حد
ضروری ہوتا ہے۔ بعدزاں مجھ کو رہی ہے کہ اُس کا باپ ہی ان سارے بے پر لٹم
کا ذمہ دار ہے۔ وہ کبھی اُس کی طرف اس طرح متوجہ نہیں ہوا۔ مجھے کسی باپ
کو ہونا چاہیے۔ چیز یہ ہوا کہ وہ اُس سے نفرت کرنے لگی۔ اور یہ نفرت
اس حد تک بڑھی کہ وہ، اُسے پھانسی کے پہنچنے تک پہنچا دینے پر

جیون کے مشاور پر اُس نے روزاکی کہانی دہراتی اور جلاید جمن
لک پر بھتھتے ہیں کہ تجویں کے لیے جہانی تنگی کی آہاش میا کر دینے تک
ہی ان کے فرائع کی حدود ہیں تجویں کی ذہنی تنگی سے انھیں کوئی
سر و کار نہیں ہوتا۔ یہ بے حد خطرناک ہے ماجید صاحب، بے حد خطرناک ۶۰

وہ پوسی ملک بھر ہو ملک کی گفتگیں ہوتے ہتے۔ ان ایکٹوں کو باقاعدہ
طور پر پرینگ دی جاتی تھی لوریہ اشاروں کے ذریعے ایک دوسرے
کو پیغامات پہنچا پا کرتے ہتے۔ مختلف کاموں کے لیے مختلف قسم کے
لوگ ہتھے۔ یہ دی پرکاش کی زبانی سُز ہی پکے ہو کہ وہ اہم آدمیوں کو کلب
سے منسلک ہو جانے کی ترغیب دیا کتنی تھی اور وہ عیاشیوں کے لالج
میں وہاں جا پہنچتے ہتے۔ سائرہ عشرت بھی ایک ایسی ہی عورت ہے،
جس کا شوہر بڑے سائنس والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جانتے ہی ہو کہ
جو ہری تو انہی کے کمیں کا چھیرتھیں بھی ہے اور صد کا سائنسی شیر بھی۔
ایک دوست ملک سے ہمارا ایمی رازوں کا تبادلہ ہوتا ہے۔ یہ چوزف پری
در اصل انہی رازوں کی فکر میں تھا، جس ملک کا جاؤسوس تھا، اس سے
ہمارے دوست ملک کے تعلقات کبھی اچھے نہیں رہے، وہ نہیں
چاہتا کہ وہ ایمی دوڑیں اس پرستیت کے جاسکے۔ اب خیال کرو کہ
ایسے آدمی کی بھوکتی اہم ہو سکتی ہے۔ بھٹی وہ عورت ہی تو سمجھی، جس نے
آدم کو جنت سے نکلایا تھا، اس کے باوجود بھی اُسے پیاری رہی۔ لہذا
اسی سلسلے میں شیطان کا رویہ تنظیم ادا کرنے والی تھی، لیکن کامیاب
نہ ہو سکی۔ سائرہ عشرت ابھی اس دھرے پہنچیں آئی تھی کہ اُسے مجبوراً

لیکن آپ نے پھر کہ پڑیاں کیوں جڑھار کی تھیں؟

”یہی تائید غیری تھی کہ چومن کا رکے مافٹے میں بہت زیادہ
زخمی ہو گیا۔ تیر نے سوچا کچھ دن اپنے زمکن کلب کے راز مائے درون پر دو
کاشاہد کیا جائے لہذا چومن کی جگہ حاصل کر لینا میرے لیے مشکل نہیں
تھا۔ اس طرح کے انتظامات کیے کہ چومن کی دوسری جگہ مستقل کر دیا گی
اور میں بھیشت چومن ٹھیک سے ڈھکا ہوا اپنے کال سے رخصت ہوا۔

میں جاننا شکار چوہاں کی او۔ کے لئے یہ کام کر رہا ہے میکھاں کی
لوقع نہیں تھی کہ وہ آدمی اتنی آسانی سے آٹھاگئے گا، لیکن پھر انہوں نے وہ چوہاں
کی بجھن حالت میں پہاڑ پاس کا بھی خاتمہ کر دینا چاہتا تھا اس لئے جب
چوہاں کو کرنے ساختہ ہے گیا ۶

”اچھا آپ کو پہلے سے علم تھا کہ وہ پیرا ہی ہے؟“
اسی نظریت کے دوستان میں بعض حالات نے اس کی طرف اشارہ
کیا تھا۔ جب یہ سب کچھ تھائیں گے اگر موجود ہو تو آئی۔ جی صاحب بھی
موجود نہ ہوتے تو دوسروں کو یہ پادر کرنا مشکل ہو جاتا کہ خود دُبی پر کچھ جزیل
ہی ایک غیر ملکی کے باشنسوں کی سر را ہی کمر رکھتا۔“

”اور یہ بلوں میں بھیز نے ۶۰۰۰ گلے
”یہ کاغذات ہمارے اسی دوست تک کے علاوہ سراغ رسانی کی
 طوف سے بھیز مڑھل، ہٹھتھے، جن میں ہیں بذپت دیگئی نہیں کہ

ڈی-آئی-جی تھا۔“
میں سوچ بھی نہیں سکتا یہ آئی-جی نے خٹک ہو نہیں پہنچاں کیوں
لکھا یہ کہ یہ بیوی میں کاغذات کی فکر میں ہوا گا یہ
فریدی کچھ نہ بولا۔ پیشی پر کاش اور حمید کو بھی رستی سے نجات
دلا نے کے بعد چند میٹے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ پھر بولا یہ میں بہت
دونوں سے ان لوگوں کی فکر میں تھا۔ چونکہ بیوی میں پیرز کے ذریعے ان
کا اطراف کا میرے علم میں آچکا تھا۔ اس لیے ان کے اشارہ بازاں بھیوں
نے بہت جلد مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔
”تو کیا یہ صرف بیوی ہے پیرز حاصل کرنے کے لیے اتنا کچھ کر گزدا تھا۔
آئی-جی نے بوجھا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ إِذَا قَاتَلُوكُمْ إِذَا هُمْ مُّهَاجِرُونَ

یہ جزو فیض بھی اس تیکم کا سرگزینہ ثابت ہوا ہے۔ پہنچاہ پوش
فریدی بے ہوش محروم کی طرف بنا نہ کرنا کر خاموش ہو گیا۔ وہ بھی خاموش
تھے۔ لپٹی پر کاش کی فریدی کی طرف دیکھتی اور کبھی بے ہوش سیاہ پوش
کی طرف ...

دوسرے دن شام سے پہلے فریدی سے ملاقات نہ ہو سکی۔ جب
کئی امتحنوں میں بُتلا تھا پہلی وجہی کہ آخر یہ بیوکسیل پیپرز کیا بلا ہیں؟
دوسرے یہ کہ سائنس و عترت پر نظر کرنے کو کہا تھا؟ ٹیکرے یہ کہ مجرم خود
اپنی موت کو اپنے ساتھ نہ بخواہیں کیون لیا تھا؟ اُسے علم نہیں تھا کہ
یہ مجرم تو ملن کی حادثے کا شکار ہو کر صاحب فلاش ہو گیا ہے۔ جو تھا سوال
تھا کہ کیا فریدی پہلے ہی سے جانتا تھا کہ ان حکمات میں دی آئی۔ جی پیپرز
کا باعث ہے؟

جیسے ہی ملاقات ہوئی، اُس نے سوالات کی پوچھا رشہ بیع کر دی
”ذردِ ملینے دو فریضی باستھان کر سکتا یا مجید خاوش تو ہوگی“
یعنی اُس کے ہمراہ پڑھنے کی لہریں تھیں آنحضرتی محدودی دیکھ
بعد والا یقیناً... پس پڑھی اس تنظیم کا سرگذشتھا۔ حالانکہ ابھی تھوڑے ہی
لوگوں پہلے دارالحکومت میں اُس کا تقریر ہوا تھا، لیکن اُس کے تجھے
بہت پہلے سے یہاں کام کر رہے تھے۔ یہاں کی تنظیم کا نائب سیکریٹری ہوان
تھا، جو مختلف ذرائع سے کام کرے لوگوں کو اپنے چندی میں پھاش کر
حکومت کے لازمیوں کیا کرتا تھا۔ ان کام کے آدمیوں میں سے کچھ تو
بیک میں کے چلتے تھے۔ کچھ کو دوسرے ذرائع سے خوفزدہ کر کے قابو
میں کیا جاتا تھا۔ کچھ ایسے بھی تھے، جنہیں کسی بات کی پرواہ ہونے کی بنا پر
اسی سہ کے شوں کا عادی بنایا جاتا تھا، جو عام نہیں تھے۔ ان کا حصہ میں
پہنچنا ممکن کر ہی سے ہو سکتا تھا۔ لہذا عادی ہو جانے کے بعد

دوسرا سے گئتے ہوئے تھے بس اپنے پوشش کی کمزور نہیں معلوم ہوتا تھا اس کے پڑھنے والوں کی دلیواشی کا وعدہ پڑھ کیا تھا فریدی کوئی ہرچ توں ج کھسپہ ملے تھا۔ فریدی کو شکش کر رہا تھا۔ ایک ہاتھ سے اُس کے دو لوار ہاتھوں کو قابو میں لے کرے اور دوسرا سے نواب آتا رہا۔

”فیریٹی میں بے بنہ ہوں یہ دفعتاً کسی سے بندھے ہوئے
آئی۔ جی نے بھرائی ہوئی آوازیں کہا۔

”اپنے فکر نہ کیجیے ۔۔ فریدی بولا۔۔ اور سیاہ پوش کو حمید کی کسی کی طرف رُگیدتا چلا گا۔۔ حمید کے پیر بھر حال آزاد تھے، جیسے ہی فرید کے نے سیاہ پوش کا بایلیں ہاتھ کھینچ کر پھیلاتے ہوئے فرش پر رکھا، اچانک اُس نے دوسرا ہاتھ سے اُس کی نقاب نوج پھینکی۔

پیش... آئی۔ جی تھی رانہ آواز میں چیناہ دی آئی۔ جی چورپاں پر
و فردی کے شکے کا ہودی ٹوٹی آئی۔ جی سڑھے دھننا...

نارڈاں کا تم سب کو نارڈاں کا یہ دنعتاً دی۔ آئی۔ جی پیٹھے اس لئے اچھلا بیدے ابھی تک سختار ہا ہو۔ اس وقت اس پر فریبی کے

گرفت میتوڑ نہیں سمجھی اپنے دوسرے کو شش کے باوجھو بھی دوسرا
طرف جاگا۔ پیر نے نکاسی کے دروازے کی طرف چلانگ لگائی
یعنی قبیل اس کے کہ اُس کے پیر دوبارہ زمین سے گئے۔ اُس کی دوسری
لشکر فرمدی کہ گرفت میر آگئی۔

بُو سے... ود... اس پار لپڑی پر کاش ہی۔ پھر نہ کے
فرش پر گزاتھا اور اس کی دونوں مانگیں اب بھی فریدی کی گفت میں
تھیں اس نے پہنچا چاہا، لیکن فریدی کی ٹھوکر سر پر پڑی اور وہ کر پہنچا
آواز کے ساتھ پھر دھیر ہو گیا۔
اس پار اس کا جسم بے حصہ حرکت ہو گیا تھا۔ فریدی نے مانگی
جھٹکہ دے لو آئے جو کئے سے کہ طوفان پہنچا

پروردیں۔ جی سے میری کمی اور بچہ کا نہ ہو۔
اسے دیکھو۔ آنی بی نے بے ہوش بُجھ رکھ لفڑ اشارة کر کے
ایسی جگہ ڈھونکی بند کر ایک ٹھنڈے سے سطھے ہوش میں نہیں
آنے لگا یہ فرمیدی نے کبھی بھد جھک کر رستی کے بیل کھو لتے لگا۔ آنی
کے چہرے پر چیز آشانتے اُس نے کاپتی ہوئی آوازیں کہا۔ ”یہ میں

جاتا کھا رہم جمال رہے ہو۔ ۴۶
فریبی کے استفسار پر اُس نے بتایا کہ وہ کس طرح پہاں پہنچ
تھا۔ آفیسرز کلب میں کافی پی رہا تھا کہ دفعتاً اُس کی آنکھیں نہ
بوچل ہوئے تھیں اور جب دوسرا بار ہوش بیا تھا تو وہ کواس
ٹہہم خلائیں مانگتا۔

لئے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ پہاں موجود تھے یا فریدی
کہا۔ وینہ میں کسی کو بھی لفڑی نہ طاکتا کہ ان حکمات کی پشت پہاڑا

